Regd. No- LW/NP/63
MAR 2003
Fortnightly
Tameer-e-Hayat
Nadwatul Ulama, Lucknow-226 007
R.N.I. No- UP.URD/2001/6071
Vol.2, Issue No: 25

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ ۲۵/ مارچ ۲۰۰۳ء

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا

اور اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کئے رہو تو تم کو ان کی چالیں ذرا بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔

(آل عمران ۳/۱۲۰)

اس شمارہ میں

- سترہویں اجلاس مسلم پرسنل لاء بورڈ کا مونگیر اعلامیہ
- مجلس شوریٰ میں حضرت ناظم ندوۃ العلماء کی پیش کردہ رپورٹ
- ''رابطہ ادب اسلامی -- ضرورت وافادیت'' کے موضوع پر ایک اہم انٹرویو
- ہزارہ سوم اور تیسری عالمی جنگ کے اندیشے

Rs.7/=

دنیائے علم وفن کا ایک شاہکار

طبی دنیا کی ایک اہم ضرورت

وصی میڈیکل ڈکشنری (انگریزی اردو)

(از: مولانا حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی)

جس میں علم طب کے ہر شعبہ سے متعلق امکانی لغات و مصطلحات (ترجمہ و تشریح کے ساتھ) بڑی عرق ریزی سے جمع کر دیئے گئے ہیں۔

ملنے کے پتے: (۱) مکتبہ فردوس۔ مکارم نگر (بروليا) نیگور مارگ لکھنؤ (۲) مکتبہ ندویہ پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ۔ رعایتی قیمت کے ساتھ دستیاب ہے۔

MAU
LALTEL

PH: 0547-2520675
MOBILE: 9838059891

منولال تیل — درد سے فوراً آرام

جوڑوں کے درد، چوٹ، موچ، زخم، جلنے، کٹنے، ورم، بچوں کے سردی لگ جانے میں مفید ہے۔

تیار کردہ

Girhast Chemicals Company
Maunath Bhanjan-MAU-275101 (U.P.)

Ph. Nos 2260433- 2242946

جدید و دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارے شوروم میں

آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس
Gahna Palace

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت

تاج
اسلامک جنتری دستیاب ہے

طلب کریں۔ قیمت ۱۰/-

ہر قسم کے قرآن مجید مترجم، غیر مترجم، حمائل، قاعدے پارے، پنج سورے، عربی، فارسی، اردو کی درسی غیر درسی نیز ہائی اسکول انٹر، جامعہ اردو علی گڑھ کی گائیڈ اور گیس پیپر وغیرہ بہترین اور مناسب قیمت میں ہم سے طلب کریں۔

نوٹ: آپ اپنی ضرورت کی کتب بذریعہ ڈاک بھی طلب کر سکتے ہیں۔

تاج بکڈپو، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلیٰ کوالٹی۔ جدید ترین فیشن کے

Shirt, Trousers Coat Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowrre, Jackets, Kurta, Vastecoat suit, Night suits& ties

شادی بیاہ، تیوہار اور پارٹی کے موقع کے لئے شاندار

تشریف لائیں

MEN MARK®
Men's Exclusive
58, Halwasia Market.
Hazratganj, Lucknow
Ph.: Shop:216948 Resi.: 227443

لیکوڈین
لیکوریا و جریان میں بیحد مؤثر

حسنی فارمیسی

چشمہ ساگر

ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے۔

AUTO REFRECTO METER AR-860

ایک بار خدمت کا موقع دیں

شکر گزار ہیں مورثی کے خود یک، معتمد تیج اعظم گڑھ

Office Ph. No 2787250 (Ext.) 18, Guest House - 2323864 Fax No- 0522-2787310, 2788376
Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Press Tagore Marge, Lucknow-U.P.
Editor : *Shamsul Haq Nadwi*

اس وقت صورت یہ ہے کہ

اس گروہ کا جادو چل رہا ہے جس کے ہاتھ میں

ابلاغ کے ذرائع ہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ النور)

''جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے، ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا، اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

یہ آیت ایک معجزہ ہے، جس وقت یہ آیت "اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ آمَنُوْا" نازل ہوئی تھی، مدینہ طیبہ کے محدود معاشرہ میں ایک خاص واقعہ پیش آیا تھا، اس واقعہ کا لوگ اپنی مجلسوں میں چرچا کرنے لگے، مجلسیں کتنی بڑی تھیں، وہ واقعہ کتنا بڑا تھا، کن افراد سے اس کا تعلق تھا، یہ ساری چیزیں ایسی تھیں کہ قرآن مجید کی اس آیت کی وسعت اس سے زیادہ تھی، وہ قرنوں سے بڑھ کر اور تاریخی اور جغرافیائی فاصلوں سے آگے بڑھ کر کچھ اور چاہتی تھی، آج ہم اس آیت کی تفسیر دیکھ رہے ہیں، اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ آمَنُوْا (جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں فواحش اور منکرات کی محبت کا رواج ہو، اس کا تصور آج صحافت، ٹیلی ویژن، ریڈیو کے اس دور میں، ناولوں کے اس دور میں، فلم کی ترقی کے اس دور میں اور لٹریچر اور فلسفوں کے اس دور میں اس کی جیسی تفسیر نہیں، بلکہ تصویر دیکھی جاسکتی ہے، کسی اور زمانہ میں مشکل ہے، مدینہ کے اس ماحول میں لوگوں نے ایمان بالغیب سے کام لیا ہوگا، اور انھوں نے اس کا انطباق کیا ہوگا کسی مخصوص واقعہ پر، لیکن آج دنیا کی ساری طاقتیں جس طرح اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ پر لگی ہوئی ہیں، اس کا اس سے پہلے کیا اندازہ ہوسکتا ہے؟

ہمارے معاشرہ میں تخریبی طاقتیں جس طرح اخلاقی انارکی اور بغاوت پھیلا رہی ہیں ان کے پاس وہ وسائل ہیں جو رات کو دن اور دن کو رات ثابت کرسکتے ہیں، نور کو ظلمت اور ظلمت کو نور بنا سکتے ہیں۔

دنیا کی سیاسی، اقتصادی، اجتماعی تنظیمات سب کا حال [illegible] کی حکومتوں کو دیکھئے، اسی کے ساتھ مشرقی حکومتوں کو بھی دیکھئے کہ وہ فاسد الخیال [illegible] جن کی زندگی فاسد، جن کے اخلاق خراب، جن کے افکار و خیالات [illegible] بنا لیا ہے اور وہ اجتماعی نظام قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کر رہا ہے [illegible] چل رہا ہے جس کے ہاتھ میں ابلاغ کے ذرائع ہیں، جن کی تعریف قرآن نے ان الفاظ میں کی ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ آمَنُوْا"۔

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ

اشاعت کے ۴۰ سال

جلد نمبر ۴۰ — شمارہ نمبر ۱۰

۲۵ مارچ ۲۰۰۳ء مطابق ۲۱ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

(زیر سرپرستی)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء)

نگران خصوصی

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی

رئیس التحریر: امین الدین شجاع الدین

معاون: ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

معاون: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

- مولانا نذر الحفیظ ندوی
- مولانا عبداللہ حسنی ندوی
- مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

زرتعاون

سالانہ: -/۱۵۰ روپے ——— فی شمارہ -/۷ روپے

ایشیائی ممالک، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ——— -/۳۵ ڈالر

ڈرافٹ مینیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام بنوائیں

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Post Box No.93,Nadwatul Ulama Lucknow-226007

فون (دفتر) 2787250(Ext) 18 مہمان خانہ (0522)2323864

Website : www.nadwatululama.org

E-mail : nadwa@sancharnet.in

thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین و مندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط و کتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ پرنٹنگ پریس، ٹیگور مارگ لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

بسم اللہ

● رئیس التحریر کی میز سے — امین الدین شجاع الدین — ۲

اداریہ

● رجوع الی اللہ اور تدبیر محکم کے بغیر کامیابی نہیں — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۳

چراغ راہ

● ادب کو صحیح رخ پر لگایا جائے — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی — ۵

اعجاز قرآن

قرآن کے اندر ایک طاقت ہے جو — حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی — ۶

نجوم رسالت

● دو چادروں والے عاشق رسول ﷺ — ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی — ۹

روداد چمن

● رپورٹ حضرت ناظم ندوۃ العلماء — ۱۰

ملی مسائل

● مونگیر اعلامیہ — ۱۵

قند مکرر

● وقت یا تلوار.....؟ — ڈاکٹر سعید الرحمن الاعظمی — ۱۶

روبرو

● ''اسلامی ادب انسانیت نوازی اور خیر پسندی کی قدروں کا امین ہوتا ہے'' — مولانا محمد رابع حسنی ندوی سے ایک انٹرویو — ا-ش — ۱۷

صہیونیت

● ہزارۂ سوم اور تیسری عالمی جنگ کے اندیشے — مولانا سلمان الحسینی ندوی — ۱۹

مسلم دنیا

● ترکی میں اسلامی بیداری۔ اندیشے اور امیدیں — مولانا نذر الحفیظ ندوی — ۲۳

رفتار کار

● طلبا کا مستقبل مقصد کی تعیین پر منحصر — سید محمد عطاء اللہ — ۲۶

فقہ و فتاوی

● فقہی سوال و جواب — مولانا مفتی محمد طارق ندوی — ۲۸

دستک

● مسائل کا تجزیہ اور انسانی زاویہ نگاہ — ا-ش — ۲۹

روداد سفر

● فتنوں کا استیصال علمائے حق کی ذمہ داری — مولانا محمود حسن حسنی ندوی — ۳۰

آخری صفحہ

● ہاری ہوئی جنگ لڑنے والے فاتحین کی ضرورت ہے — امین شجاع — ۳۲

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارے کے ساتھ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے، ازراہ کرم سالانہ زرتعاون ۱۵۰ روپے ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

بسم اللہ
رئیس التحریر کے میز سے

امین شجاع

پہلے یہ چند باتیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

قارئین کرام!.....

تازہ شمارہ کے توسط سے ایک بار پھر آپ سے ''نصف ملاقات'' کا موقع نصیب ہو رہا ہے ''نصف ملاقات'' کا یہ تصور اتنا خوشگوار اور حوصلہ بخش ہوتا ہے کہ شاید اسی لئے ایک مدیر ادارت کے ساری الجھنوں کو گوارا کر لیتا ہے کہ شمارہ کے واسطے اور ذریعہ سے وہ اپنے قارئین سے کچھ درد دل کہہ کر اپنا بوجھ ہلکا کر سکے گا..... ادارت تو چمن بندی کا کام ہے، کیاریوں کو رنگا رنگ پھولوں سے سجانے کا کام اور تزئین و آرائش کے لئے پتوں اور ڈالیوں کی تراش خراش کا کام! تراش خراش کے کام میں پُر خاش بھی ہو سکتی ہے لیکن ایک باغباں اس کی پرواہ نہیں کرتا، وہ اس سے بے نیاز رہتا ہے اس لحاظ سے راقم آثم کی حقیر رائے یہ ہے کہ ایک مدیر کی مثال ایک ایسے مالی اور باغباں کی ہے جس میں لگن اور بے نیازی ہو، اس کی نظر پھولوں پر ہو اور وہ جانتا ہو کہ پھول کا مقدر ہے کہ وہ کانٹوں سے گھرا رہے مگر پھول پھر پھول ہے وہ کانٹوں میں گھر کر بھی مسکراتا ہے!

زیر نظر شمارہ کے لئے بھی ہم نے گلوں اور پھولوں کا انتخاب کیا ہے ''رجوع الی اللہ اور تدبیر محکم کے بغیر کامیابی نہیں'' اداریہ کا عنوان ہے لیکن سچ پوچھئے تو حضرت ناظم ندوۃ العلماء کی یہ دردمندانہ تحریر اس گل کے مانند ہے جو صدا بہار ہوتا ہے یعنی اس میں وہ اصول بتائے گئے ہیں جو عارضی اور وقتی نہیں ہیں بلکہ پائیدار اور مستحکم ہیں اور اگر ملت نے ان اصولوں کو سچے دل سے مان لیا تو آج بھی اس کی پژمردگی تازگی و شادابی سے بدل سکتی ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ اس شمارہ میں حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی کی زیر تصنیف کتاب کا ایک غیر مطبوعہ باب شامل اشاعت ہے، ہم قارئین کو یہ بتاتے چلیں کہ ان دنوں اپنی علالت کے باوجود مولانائے محترم اعجاز قرآن کے موضوع پر ایک تصنیفی کام کر رہے ہیں الحمدللہ جس کے اکثر ابواب مکمل بھی ہو گئے ہیں اللہ کرے کہ یہ تصنیف نہ صرف مکمل ہو جائے بلکہ جلد منظر عام پر بھی آجائے، ایک دنیا اس سے مستفید ہو اور قرآن سے اس کا تعلق گہرا اور استوار ہو۔ ان دنوں جب کہ بدقسمتی سے قرآن پاک کی بے حرمتی کے منصوبہ بند واقعات رونما ہو رہے ہیں، ضرورت ہے کہ مسلمان قرآن کی اثر خیزی اور معجزنمائی سے خود بھی آگاہ ہوں اور زمانہ کو بھی اس سے آگاہ کرائیں۔ مولانائے محترم کے غیر مطبوعہ مضمون کا مطالعہ انشاء اللہ قارئین میں اس شوق و ذوق کے پیدا کرنے کا باعث بنے گا۔

اس شمارہ کے صفحات میں آپ مونگیر اعلامیہ اور ندوہ کی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں حضرت ناظم ندوۃ العلماء کی پیش کردہ رپورٹ بھی ملاحظہ کر سکیں گے..... یہ تحریریں نہ رسمی ہیں نہ روایتی..... بلکہ سچ پوچھئے تو ان میں ملت کی نبض کو ٹٹولا جا سکتا ہے، اس میں درپیش صورت حال کا تجزیہ ہی نہیں بلکہ وہ شعور و ادراک بھی ہے جو پُر پیچ راہوں میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

ہمیں مسرت ہے کہ صہیونیت پر مولانا سلمان الحسینی کے مضامین توجہ سے پڑھے جا رہے ہیں۔ امت کی بیداری کے کام کے لئے ضروری ہے کہ حالات سے آگہی بھی ہو اور چھپا کر رکھی گئی بجلیوں کا ادراک و احساس بھی۔

ہم تعمیر حیات کے مؤقر قلم کاروں کی اس بزم میں اپنے مخدوم و مکرم بزرگ ڈاکٹر احتشام احمد ندوی مدظلہ کا دل کی گہرائیوں سے استقبال کرتے ہیں، ربع صدی تک مالابار میں علم و ادب کی شمعیں روشن کرنے کے بعد موصوف علی گڑھ لوٹ آئے ہیں اس شمارہ میں موصوف کا ایک مضمون شامل ہے جس کا عنوان بھی البیلا ہے اور جس کا مطالعہ انشاء اللہ صحابۂ کرام سے عشق و محبت کی جوت دلوں میں جگانے کا باعث بنے گا اور صحابہ کی محبت تو ایمان والوں کے لئے سرمایہ ہی سرمایہ ہے!

قند مکرر کے کالم کے لئے ہم نے اپنے مخدوم ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی مدظلہ کے اس مضمون کا انتخاب کیا ہے جو ''وقت'' سے متعلق ہے، اس مضمون کی اثر خیزی کا انشاء اللہ ہمیں اس لئے بھی یقین ہے کہ مولانائے موصوف بذات خود پابندئ وقت کی روشن مثال اور تابناک علامت ہیں۔ کرکٹ کے جنون نے عوام تو عوام خواص تک کو وقت کے جس ضیاع میں مبتلا کر دیا ہے وہ افسوسناک تو ہے ہی لیکن ایسے حالات میں تو شرمناک بھی ہے کہ روئے زمین کے ایک حصے پر جنگ تباہی مچا رہی ہو لیکن بے حسوں کے گروہ کے گروہ کھیل کا تماشہ دیکھنے میں مگن ہوں!

آنے والی تاریخوں میں بھوپال میں رابطہ ادب اسلامی کا ایک سیمینار ہونے جا رہا ہے حضرت مولانا علی میاں نے عمر بھر جو پیغام دیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام ایک سرچشمہ قوت ہے اور اس سرچشمہ میں زندگی کے ہر گوشہ کی آبیاری کی بھرپور صلاحیت موجود ہے۔ رابطہ ادب اسلامی کے قیام کے پس پشت بھی حضرت مولاناؒ کا یہی سوز دروں کام کر رہا تھا چنانچہ ادب نواز جڑتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔ ادب اسلامی سے متعلق حضرت مولاناؒ کی ایک رہنما تحریر کے علاوہ حضرت ناظم ندوۃ العلماء کا ایک انٹرویو بھی اس شمارہ کی زینت ہے جس سے تحریک ادب اسلامی کے ماضی پر ہی نہیں، حال اور مستقبل پر بھی روشنی پڑتی ہے اور جس سے ادب نوازوں کے اس قافلہ کو رہنمائی مل سکتی ہے۔ والسلام

اداریہ

رجوع الی اللہ اور تدبیر محکم کے بغیر کامیابی نہیں

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے فلاح و سربلندی کے حصول کی راہ میں انسانی زندگی کے طرز عمل کے دو پہلوؤں کی پابندی مقرر فرمائی ہے۔ ایک پہلو ہے علم و تجربہ میں آئی ہوئی مناسب عملی تدبیر اختیار کرنے کا، اور دوسرا پہلو ہے اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں احکام الٰہی کی اطاعت اور رضائے الٰہی کی پابندی کا۔ مسلمانوں کی زندگی میں مختلف موقعوں پر جب بھی ان دونوں پہلوؤں پر عمل کیا گیا تو کامیابی اور سربلندی ان کے حصہ میں آئی اور جب بھی ان دونوں پہلوؤں یا ان میں سے کسی ایک پہلو میں کوتاہی ہوئی، کامیابی و حصول مقصد میں کمی یا محرومی سے سابقہ پڑا۔ مسلمانوں کی تاریخ اس بات کے متعدد اور مختلف نمونے پیش کرتی رہی اور ہماری زندگی کے حالات کے لئے اس سلسلہ کی رہنمائی پیش کرتی رہی ہے ہم کو اس بات کا ثبوت مسلمانوں کی سیاسی و اجتماعی زندگی کے مختلف نشیب و فراز میں ملتا ہے اور عہد اوّل کے واقعات سے بھی اس بات کی طرف واضح اشارے ملے ہیں خود حضور اکرم ﷺ (جن کی ہدایات و رہنمائی میں امتِ اسلامیہ کو تا قیامت چلنا ہے) ان دونوں پہلوؤں کا پورا لحاظ فرماتے تھے مثلاً تدبیر و حکمتِ عملی کے پہلو سے دیکھا جائے تو آپ نے غزوۂ احزاب کے موقع پر مدینہ منورہ پر حملہ آور دشمن کے مقابلہ کے لئے شہر کے سامنے خندق کھودنے کی تدبیر اختیار فرمائی حالانکہ عربوں میں یہ طریقۂ کار معروف نہیں تھا وہ ایران میں اختیار کیا جاتا تھا جس کا مشورہ حضرت سلمان فارسیؓ نے دیا جس کو آپ ﷺ نے قبول فرمایا اور غزوۂ احد کے موقع پر دشمن پر نظر رکھنے کے لئے دشمن کے جماؤ کے قریب ایک چھوٹی پہاڑی پر مسلمان سپاہیوں کا ایک دستہ بطور تدبیر بٹھایا تا کہ اس پہاڑی کی آڑ لے کر دشمن دوسری طرف سے پہنچ نہ جائے اور پیچھے سے حملہ نہ کر دے اس احتیاطی تدبیر کو یہ سوچ کر ترک نہیں کر دیا کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور مسلمان سب کے سب اللہ کے صالح بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے، اتنی احتیاط کی ضرورت نہیں۔ آپ کا طریقہ پوری طرح تدبیر اختیار کرنے کا بھی ہوتا تھا۔ دوسری طرف آپ اپنے رب کے حضور میں اس طرح دعا مانگتے اور مدد طلب کرتے تھے کہ گویا آپ نے کوئی تدبیر ہی نہیں کی اپنے پروردگار کے حکموں کی بجا آوری، اس سے مدد کی طلب اور اس پر بھروسہ کا عمل پوری توجہ کے ساتھ اختیار فرماتے تھے۔

ہم کو اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں مسلمانوں کی عزت و ذلت کے سلسلہ میں مذکورہ بالا دونوں پہلوؤں کی رعایت اور ان میں کوتاہی کے علٰحدہ علٰحدہ نتائج و اثرات کی واضح مثالیں ملتی ہیں یہ دونوں پہلو کہ ایک طرف تو تدبیر محکم ہو اور دوسری طرف رجوع الی اللہ اور اس کے حکموں کی پابندی ہو اسلامی تاریخ میں ان دونوں کی فکر جب بھی کی گئی، کامیابی اور سرخروئی حاصل ہوئی۔ اور جب ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک میں کوتاہی ہوئی تو نقصان سامنے آیا اس بارہ میں صحابۂ کرام کی جدوجہد اور میدان عمل میں ان کی کوششوں کے سلسلہ میں اس طرح کی واضح مثالیں ملتی ہیں۔ غزوۂ احد میں پہاڑی پر حفاظتی دستہ بٹھانے کی تدبیر کو حفاظتی دستے نے آخر تک نہ نبھایا جس کے نتیجہ میں بڑا نقصان بلکہ وقتی طور پر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمانوں کی ایک قابلِ ذکر تعداد شہید ہوئی اور حضور ﷺ کو اپنے صحابہ کے حفاظتی گھیرے میں وقتی طور پر زبردست کمی ہو جانے سے مجروح ہونا پڑا دوسری طرف غزوۂ حنین میں اس سلسلہ کے دوسرے پہلو میں کمی ہونے کا اثر ظاہر ہوا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد کو کامیابی کا اصل ذریعہ سمجھنے میں بھول واقعہ ہو جانے کی وجہ سے نقصان پہنچا اور وقتی شکست کا سامنا ہوا اگرچہ تدبیر کا پہلو مکمل تھا لیکن اس کے مکمل ہونے کا ان کو ایسا احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد کی طلب میں کمی ہوئی تھی اور مسلمانوں کو یہ خیال آ گیا تھا کہ آج ہم ایسی بڑی تعداد رکھتے ہیں کہ دشمن ہم کو دبا نہ سکے گا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ تم کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔

ان مثالوں سے صحابۂ کرامؓ نے اپنی کوششوں میں کامیابی کے لئے دونوں پہلوؤں کے مکمل ہونے کی ضرورت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا چنانچہ جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا مسلمانوں کی مضبوط جمعیت کے ساتھ ایرانی دشمن کا سامنا ہوا اور درمیان میں دجلہ حائل ہوا تو انھوں نے اپنے معاونین سے کہا کہ لشکر کے لوگوں میں گناہوں کا ایسا حال تو نہیں کہ اللہ کی نصرت میں کمی کا باعث ہو، انھوں نے جائزہ لے کر بتایا کہ الحمدللہ لشکر صلاح ودین داری میں مکمل ہے یہ اعتماد حاصل ہونے پر انھوں نے گھوڑوں کے ساتھ دریا میں گھس جانے کا حکم دے دیا اور بآسانی دریا سے پار ہو گئے، دشمن یہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا دراصل اللہ تعالیٰ یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں کی کوشش میں دونوں پہلو درست ہیں، اپنی خصوصی مدد سے نوازتا ہے اور یہ بات خاص طور پر مسلمانوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کا معاملہ اپنے پروردگار کی خصوصی مدد ہی سے چلتا ہے۔

صحابۂ کرامؓ کے بعد بھی ہم تاریخ اسلام پر جب نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو اس بات کی کافی مثالیں ملتی ہیں۔ ہم واضح طور پر دیکھتے ہیں کہ تاریخ میں مسلمانوں کو شکست ونقصان سے جب بھی سابقہ پڑا، ان دو پہلوؤں کی تکمیل میں کمی ہونے کی صورت میں پڑا، کہیں تو تدبیر کی کمی نقصان کا سبب بنی اور کہیں رجوع الی اللہ اور دینی حالت کی کمزوری شکست کا باعث بنی، ہم موجودہ دَور کے حالات پر بھی جب نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو اس نوع کی کوتاہی وکمزوری نظر آتی ہے۔ آج پورا عالم اسلام جن مصیبتوں اور شکستوں سے گذر رہا ہے، مذکورہ بالا اصول کو سامنے رکھتے ہوئے جائزہ لیا جائے تو ہم کہیں تو مذکورہ بالا دونوں پہلوؤں اور کہیں ان دو میں سے کسی ایک پہلو میں کوتاہی یا کمی پائیں گے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ ہم کامیابی کی طلب کے معاملہ میں اپنے کو دونوں پہلوؤں سے مضبوط بنائیں ہم ایک طرف حسبِ ضرورت اور بہتر سے بہتر تدبیر وحکمتِ عملی کا اہتمام کریں اور دوسری طرف ایمان واعتماد علی اللہ کا مطلوبہ معیار اپنائیں۔ ہماری کامیابی اور حصولِ عظمت کا انحصار اسی جامعیت میں ہے۔ کیونکہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ (تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو، اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ تم اس سے اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو خوفزدہ رکھ سکو۔) (۸-۶۰) اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان ہے کہ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (تم ہی سربلند رہو گے اگر تم ایمان والے ہو) مسلمانوں کے ان دو پہلوؤں میں سے ایمان وحکمِ الٰہی کی پابندی کو اوّلیت کا درجہ حاصل ہے۔ تدبیرِ محکم کے لئے بقدرِ استطاعت وامکان مکلف کیا گیا ہے ایمان وطاعت الٰہی کی شرط پوری ہو پھر استطاعت بھر تدبیر ہو تو تدبیر میں ضرورت کے مقابلے میں کچھ کمی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ محض اپنی عنایت سے اس کو پوری کر دیتا ہے جیسا کہ بدر میں ہوا کہ دشمن نے مسلمانوں سے تین گنی طاقت سے حملہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی کمی فرشتے بھیج کر پورا کر دیا کیوں کہ ایمان وطاعتِ الٰہی کا پہلو مکمل تھا اور غزوۂ خندق میں استطاعت بھر کمی نہیں کی گئی تھی لیکن پوزیشن کمزور تھی، خندق کھود کر تحفظ کی تدبیر کی گئی تھی لیکن وہ دشمن کے مقابلہ میں پھر بھی کمزور تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آندھی وطوفان بھیج کر دشمن کو تتر بتر کر دیا اور دشمن کو بھاگنا پڑا ان مثالوں کو ہمارے سامنے ہونا چاہئے موجودہ عہد میں تعلیم و ذرائع ابلاغ بھی مؤثر تدابیر میں داخل ہیں ان کی طرف بھی پوری توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

آج ہمارے سامنے جو حالات ہیں اور ہم کو جس نقصان کا سامنا ہوتا ہے ہم کو اس کے اسباب مذکورہ بالا انھیں پہلوؤں میں ملیں گے ایک طرف بہتر سے بہتر تدبیر اختیار کرنے میں ہم کو کمی ملے گی دوسری طرف ہماری دینی وایمانی حالت دگرگوں وخراب ملے گی، ضرورت ہے کہ ہم دونوں پہلوؤں کی طرف توجہ کریں تو دینی سربلندی وکامیابی حاصل ہوگی جس کے ہم بحیثیت مسلمان مستحق ہیں مذکورہ پہلوؤں میں کوتاہی کا نتیجہ عموماً خراب ہوتا ہے اور ایمان واخلاص، عمل اور فکرمندی کے ساتھ جدوجہد وحسنِ تدبیر اختیار کرنے پر کامیابی وسرخروئی کا صلہ ملتا ہے اور اس امت کو اللہ تعالیٰ نے مثالی اُمت بنایا ہے اس کی تمام تر کامیابی عملی زندگی میں اس کے مثالی اُمت بننے میں ہی مضمر ہے اس کو یہ فکر کرنا ہے کہ وہ اپنے طریقِ کار اور صفات وکردار دونوں میں معیاری اور مثالی ہو۔

❁❁❁❁❁

چراغ راہ

اس کی سخت ضرورت ہے کہ

ادب کو صحیح رخ پر لگایا جائے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ادب ادب ہے، خواہ وہ کسی مذہبی انسان کی زبان سے نکلے، کسی پیغمبر کی زبان سے ادا ہو، کسی آسمانی صحیفہ میں ہو، اس کی شرط یہ ہے کہ بات اس انداز سے کہی جائے کہ دل پر اثر ہو، کہنے والا مطمئن ہو کہ میں نے بات اچھی طرح کہہ دی، سننے والا اس سے لطف اٹھائے، اور اس کو قبول کرے لیکن اب اس دور میں یہ شرط کر دی گئی کہ جب تک آدمی ترقی پسندی کی باتیں نہ کرتا ہو، جب تک قدیم چیز کا مذاق نہ اڑاتا ہو، جب تک مذہبی صحیفوں پر بھی کوئی چھینٹ نہ ڈال دیتا ہو، اس وقت تک وہ ادب نہیں، میں صاف کہتا ہوں، اور دبستانِ ادب کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ ادب کی سب سے پہلی زیارت جو نصیب ہوئی، وہ آسمانی صحیفوں میں نصیب ہوئی، ادب تھا کہاں؟ لیکن جب خدا نے انسانوں کو سمجھانے کے لئے اپنے پیغمبروں کو بھیجا، اور ان کو زبان دی، اور ان پر معانی کے ساتھ الفاظ وارد کئے تو معلوم ہوا کہ ادب اسے کہتے ہیں، پھر قرآن مجید نے آکر تو اس پر ہمیشہ کے لئے مہر لگا دی۔

''نزل به الروح الامین، علی قلبك لتكون من المنذرین، بلسان عربی مبین'' ادب کا پایہ کتنا بلند کیا خدا نے، اپنی کتاب کی تعریف ادب کے ساتھ کر رہا ہے، یعنی کہ وہ معجزہ ہے، اور ''لسان عربی مبین'' میں ہے۔

جہاں تک اردو ادب کا تعلق ہے، تو یہاں کی ادبی تحریکات اور یہاں کی ادبی زندگی میں علماء نے بڑھ چڑھ کر اور بنیادی حصہ لیا، چنانچہ سب کہتے ہیں کہ قصر ادب کے چار ستون ہیں، مولوی محمد حسین آزاد دہلوی، خواجہ الطاف حسین حالی، ڈپٹی نذیر احمد اور مولانا شبلی۔ آپ دیکھیں گے کہ چاروں اسی تعلیم کے پروردہ تھے، مدرسہ کے پڑھے ہوئے اور علماء کے شاگرد تھے، اور جہاں تک مولانا شبلی اور ڈپٹی نذیر احمد کا تعلق ہے، تو وہ مستند عالم تھے، ایک قرآن کے مفسر ہیں تو دوسرے سیرت نگار، اور ایسے ہی خواجہ الطاف حسین حالی پورے طور پر دینی حلقے کے آدمی تھے۔

> ادب کی بڑی خاصیت اور قوت یہ ہے کہ وہ رجحانات و میلانات اور عمل، طرزِ فکر، اخلاق اور انقلاب کے محرکات پیدا کر سکتا ہے، اس لئے وہ بہت مفید بھی ہو سکتا ہے، اور بہت مضر بھی، وہ بڑی تعمیری طاقت بھی ہے اور تخریبی بھی، اس لئے اس کو کسی حال میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اس کو تعمیر کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے، اور تخریب کے لئے بھی، اور ان دونوں کے مظاہر ہر دور میں دیکھنے میں آسکتے ہیں، وہ معاشروں کی تخلیق بھی کر سکتا ہے، اور حکومتوں کی تعمیر اور تاسیس بھی۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ حقیقی اور فطری ادب بن ہی نہیں سکتا، جب تک کہ اس کے اندر مذہبی حقائق پر کچھ ایمان نہ ہو، اور دل کے اندر کچھ درد نہ ہو، کیا بات ہے مولانا جلال الدین رومی، شیخ سعدی، مولانا جامی اور قدسی، اور ہندوستان میں میر، درد، اور مرزا مظہر جانِ جاناں اور اخیر میں جگر مرادآبادی کے پایہ کا کوئی آدمی نظر نہیں آتا، یہ سب اسی قدیم تعلیم کے پروردہ اور مذہبی حقائق پر یقین رکھتے تھے، کچھ کمزوریاں ہوں تو وہ الگ بات ہے۔ پھر اس کے بعد آخر میں اقبال کے پایہ کا شاعر کون ہے؟

اقبال کہتے ہیں:

اے اہل نظر! ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شئے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا
مقصودِ ہنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثل شرر کیا
جس سے دلِ دریا متلاطم نہیں ہوتا
اے قطرۂ نیساں! وہ صدف کیا وہ گہر کیا
شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا
بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

ادب کی بڑی خاصیت اور قوت یہ ہے کہ وہ رجحانات و میلانات اور عمل، طرزِ فکر، اخلاق اور انقلاب کے محرکات پیدا کر سکتا ہے، اس لئے وہ بہت مفید بھی ہو سکتا ہے، اور بہت مضر بھی، وہ بڑی تعمیری طاقت بھی ہے اور تخریبی بھی، اس لئے اس کو کسی حال میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اس کو تعمیر کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے، اور تخریب کے لئے بھی، اور ان دونوں کے مظاہر ہر دور میں دیکھنے میں آسکتے ہیں، وہ معاشروں کی تخلیق بھی کر سکتا ہے، اور حکومتوں کی تعمیر اور تاسیس بھی، اس لئے اس کی سخت ضرورت ہے کہ اس کو (کتابۂ وخطابۂ وشعر آونثرا) صحیح رخ پر لگایا جائے، اور اس سے تخریب، انتشارِ خیال اور لذت اندوزی اور نفس پروری کا ذریعہ بننے کے بجائے اس کو خیر پسندی، صلاح وتقویٰ، ضبطِ نفس اور صحیح رہنمائی کا آلہ اور ہتھیار بنایا جائے۔

(سہ ماہی کاروانِ ادب، کے پہلے شمارہ کے لئے حضرت مولاناؒ کا پیغام۔ ۲۰ شوال ۱۴۱۳ھ)

☆☆☆☆

اعجازِ قرآن

قرآن کے اندر ایک طاقت ہے

جو سخت سے سخت دل کو پگھلا دیتی ہے

(مولانا عبداللہ عباس ندوی کی زیرِ تالیف کتاب کا ایک غیر مطبوعہ باب)

قرآن کریم ایک معجزہ ہے، جو اپنے نزول کے وقت سے لے کر آج تک قائم اور قابلِ مشاہدہ ہے، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "عصا" اور "یدِ بیضاء" کا معجزہ دیا گیا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ دیا گیا تھا کہ آپ اللہ کے حکم سے مردہ جسم میں جان ڈال دیا کرتے تھے اور پیدائشی نابینا اور کوڑھ کے مریض کو بحکمِ خداوندی تندرست کر دیا کرتے تھے، مگر یہ معجزے سب کے سب اسی وقت تک قابلِ مشاہدہ تھے جب تک یہ پیغمبران برحق اس دنیا میں موجود تھے، آج اگر آپ ایک یہودی سے دریافت کریں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کیا معجزہ تھا، جواب بھی باقی ہو، یا کسی عیسائی سے دریافت کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کون سا معجزہ باقی ہے جو انہوں نے اپنی نبوت کی دلیل میں پیش کیا تھا تو وہ ان معجزات کو دکھانے سے قاصر رہے گا، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معجزہ عنایت ہوا وہ قرآن ہے جو آج بھی ہے اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک رہے گا، اس کا اصل سبب یہ ہے کہ ہر نبی کو ایسا معجزہ دیا گیا جو اس کے عرصۂ نبوت میں کام آسکے اور اسی قدر روئے زمین کا احاطہ کر سکے جس قدر رقبہ کے لئے ان کی بعثت ہوئی تھی، حضرت سیدنا محمد بن عبداللہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سارے عالم اور ہر زمانے کے لئے ہوئی اس لئے آپ کو معجزہ بھی ایسا دیا گیا جس کا ہر جگہ اور ہر زمانہ میں مشاہدہ کیا جا سکے، اس حقیقت کے بیان میں اللہ کے کسی پیغمبر (علیہ السلام) کی خدانخواستہ اہانت نہیں ہے، ہر نبی نے اپنا فرض ادا کیا اس کو جس زمان و مکان کے اعتبار سے مبعوث کیا گیا اس میں وہ کامیاب رہا۔

معجزۂ قرآنی کا اہم ترین پہلو قرآن کی لسانی خوبیاں اور فصاحت و بلاغت ہے، جس کو سن کر بہت سے سچے دل کے انسان ایمان لے آئے، اور جو ایمان نہیں لائے انہوں نے آپ کو "ساحر" کہا، قرآن کا دلوں پر جو اثر پڑتا ہے اس کو جادو کہا، یہی نہیں بلکہ آپ کو "مجنون" کہا، مگر یہ سب نے تسلیم کیا کہ اس کے اندر ایک طاقت ہے جو سخت سے سخت دل کو پگھلا دے جس کی کسی قدر تفصیل اس کتاب میں آپ مطالعہ فرمائیں گے، قرآن کو خود قرآن نے ایک دو جگہ نہیں بارہا مختلف الفاظ میں معجزہ کہا ہے جن کی کچھ تفصیل آئندہ اوراق میں آپ کی نظر سے گذرے گی۔

نہ ماننے والوں کو اور شک و شبہ کرنے والوں کو قرآن نے چیلنج کیا ہے کہ تم اس قرآن جیسی ایک سورۃ بھی بنا کر نہیں لا سکتے، اس سلسلہ کی پہلی آیت وہ ہے جو سورۂ بنی اسرائیل میں وارد ہوئی ہے

"قل لئن اجتمعت الإنس والجن علی أن یاتوا بمثل هذا القرآن لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیراً" (آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسانوں اور جنات سب اس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن بنا لائیں تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے مدد گار بن جاوے) (بنی اسرائیل/۸۸)

اس کے بعد کا مرحلہ یہ تھا کہ اگر پورا قرآن نہیں پیش کر سکتے تو کم از کم دس سورتیں ایسی وضع کرے دکھلاؤ۔

"أم یقولون افتراه قل فأتوا بعشر سور مثله مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللّٰه ان کنتم صادقین۔ (سورہ ھود/۱۲) (کیا (اس کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ نے اس کو اپنی طرف سے خود بنا لیا ہے، تو آپ جواب میں فرما دیجئے کہ (اگر یہ میرا بنایا ہوا ہے) تو اچھا تم بھی اس جیسی دس سورتیں (جو تمہاری بنائی ہوں) لے کر آؤ اور اپنی مدد کے لئے جن جن غیر اللہ کو بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو۔)

اگر کسی سے یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم ایک ہی سورۃ اسی طرح کی وضع کر کے دکھلائے۔

"وإن کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء کم من دون اللّٰه ان کنتم صادقین.... البقرہ/۲۳) (اور اگر تم کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی اپنے بندۂ خاص پر، تو اچھا تم پھر بنا لاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا ہم پلّہ ہو اور بلا لو اپنے ان حمایتیوں کو جو خدا سے الگ تجویز کر رکھے ہیں اگر تم سچے ہو۔)

اسی طرح قرآن نے کفار و مشرکین کو چیلنج کیا اور کہا کہ پورا قرآن لاؤ پھر کہا اگر پورا قرآن نہیں لا سکتے تو دس آیتیں لا کر دکھلاؤ، اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو ایک ہی سورۃ بنا کر دکھلاؤ، اور قرآن کریم نے یہ پیشن گوئی بھی کر دی کہ تم قیامت تک ایک آیت بھی وضع نہیں کر سکتے۔

قرآن کریم جب نازل ہو رہا تھا اس کے مخاطب وہ عرب تھے جن کی مادری زبان میں یہ کلام نازل ہوا تھا، وہ کلام کی خوبی اور اس کے حسن کو ایک نظر میں سمجھ لیتے تھے، جیسے برف کی کوئی قاش آپ کی ہتھیلی پر آجائے یا خدانخواستہ کوئی چنگاری جسم کو چھو جائے تو ٹھنڈک اور گرمی کا احساس کسی دلیل کا محتاج نہ ہوگا، یہی حال پیدائشی عربوں کا تھا، قرآن کی ایک آیت ادھر کان میں پڑی ادھر دل میں اتری۔

اعجاز قرآن کو ایک مستقل فن کی حیثیت تیسری صدی ہجری میں حاصل ہوئی، عہدِ رسالت، عہد

خلفائے راشدین، اور اموی حکومت کے پورے عرصہ میں کسی کو اس فن کی ضرورت ہی نہیں تھی، کیونکہ جب قرآن کریم نازل ہو رہا تھا، یا مکمل نازل ہو چکا تھا اس کے مخاطب وہ عرب مسلمان تھے جن کی مادری زبان عربی تھی، کسی کو اپنی مادری زبان کے گرامر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہاں جب آدمی کوئی دوسری زبان سیکھتا ہے تو اس زبان کے قواعد پڑھتا ہے یا اہل زبان کی نقل کرتا ہے، آواز کیوں کر سینے اور حلق سے، تالو اور زبان سے، لبوں اور دانتوں اور مسوڑھوں کی مدد سے نکلتی ہے، اور بولنے والا کسی آواز کو ہلکا اور کسی آواز کو بھر پور کر کے نکالتا ہے (جس کو علم صوتیات یا فنالوجی کہتے ہیں) سیکھتا ہے، پھر پورا لفظ کیونکر بنتا ہے؟ اور اس لفظ سے کتنے الفاظ نکلتے ہیں (علم اشتقاق) اور معانی میں کس طرح تبدیلی ہو جایا کرتی ہے (علم صرف) پھر ان الفاظ کو کس طرح ایک دوسرے لفظ کے ساتھ جوڑتے ہیں کہ ان الفاظ سے جملہ بن سکے (علم نحو) پھر ان الفاظ سے بنے ہوئے جملوں میں دیکھا جائے کہ پہلے کون لفظ رکھا جائے اور بعد میں کون لفظ لایا جائے اور لفظوں کے جوڑنے سے کیا معنی پیدا ہوتے ہیں (علم معانی) اور کس لفظ سے کیا کام لیا جائے کس کی تعریف کرنا مقصود ہے یا طنز و تشنیع کرنا ہے، کس کی برائی بیان کرنا ہے تو الفاظ کو اس طرح استعمال کیا جائے کہ الفاظ کے مطالب بھی بدل جائیں (علم البیان) پھر ان میں حسن کس طرح پیدا کیا جائے (علم البدیع) وغیرہ وغیرہ۔ جب ہم دوسروں کی زبان بولتے ہیں یا لکھتے ہیں تو اہل زبان کی نقل کرتے ہیں اور ان قواعد کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور جب اپنی زبان بولتے ہیں تو اس کی ضرورت نہیں ہوتی ہے کہ کوئی ہمیں سکھائے بلکہ ہمارے اپنے بولنے کے طریقہ سے وہ گرامر بنتا ہے۔

قرآن کریم جب نازل ہو رہا تھا اس کے مخاطب وہ عرب تھے جن کی مادری زبان میں یہ کلام نازل ہوا تھا، وہ کلام کی خوبی اور اس کے حسن کو ایک نظر میں سمجھ لیتے تھے، جیسے برف کی کوئی قاش آپ کی ہتھیلی پر آجائے یا خدانخواستہ کوئی چنگاری جسم کو چھو جائے تو ٹھنڈک اور گرمی کا احساس کسی دلیل کا محتاج نہ ہوگا، یہی حال پیدائشی عربوں کا تھا، قرآن کی ایک آیت ادھر کان میں پڑی ادھر دل میں اتری۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ تاریخ و سیرت کی کتابوں میں اس طرح مذکور ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے تلوار باندھے اس نیت سے نکلے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر حملہ آور ہوں، ان کے ساتھ چند رفقاء بھی تھے، جو "صفا" کے قریب ایک گھر میں جمع ہوئے جہاں تقریباً چالیس مرد و عورت تھے، راستے میں ان کو نعیم بن عبداللہ ملے، دریافت کیا کدھر کا رخ ہے؟ انہوں نے اپنا مقصد بتایا نعیم بن عبداللہ نے حضرت عمرؓ کو خوف دلایا اور اپنے گھر جانے کی نصیحت کی تاکہ دیکھیں کہ ان کی ہمشیرہ فاطمہ بنت خطاب اور ان کے شوہر سعید بن زید بن عمر اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر اس نئے دین کے پیروکار ہو گئے ہیں۔

حضرت عمرؓ سیدھے اپنی بہن کے مکان میں گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کو قتل کر دیں، وہاں سنا کہ خباب بن الأرتؓ ان دونوں کو قرآن سنا رہے ہیں، حضرت عمرؓ غصہ میں مکان کے اندر داخل ہو گئے اپنے بہنوئی سعید بن زید کی گردن اپنے ہاتھ میں پکڑلی اور اپنی بہن کو بھی دھکا دیا اور وہ کاغذ ہاتھ سے چھین لیا جس میں قرآن لکھا ہوا تھا اس کاغذ میں سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیتیں تھیں ان کو پڑھتے ہی حضرت عمرؓ کا دل نرم پڑ گیا، اور بولے کہ بہت اچھا اور پاکیزہ کلام ہے یہ کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اسلام کا اعلان کر دیا، امیر المومنین حضرت عمرؓ سورہ طٰہٰ کی چند ابتدائی آیات سن کر اس کلام کے وحی الٰہی ہونے کے قائل ہو گئے، دشمن بن کر آئے تھے اور جاں نثار اور اسلام کے حامی بن کر نکلے، یہ تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ تھا جو سیرت ابن ہشام میں اسی تفصیل سے مذکور ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے واقعہ کے ساتھ ایک سردار قریش عتبہ بن ربیعہ کا واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے، جس نے اور جس کے ساتھیوں نے قرآن کی اثر اندازی جاننے کے لئے اور اسلام اور قرآن سے لوگوں کو دور کرنے کے لئے رسول اللہؐ سے گفتگو کی اور آنحضرت ﷺ نے چند آیات سورہ حٰمٓ سجدہ کی تلاوت فرمائی جس سے اس کا دل و دماغ متاثر ہو گیا اور اس کا اعتراف خود اس شخص نے اور اس کے ساتھیوں نے واضح الفاظ میں کیا، سیرت ابن ہشام اور اس کی شرح "الروض الأنف" میں یہ واقعہ ان الفاظ میں درج ہے۔

ایک دن سرداران قریش کی مجلس میں عتبہ بن ربیعہ بیٹھے تھے اور وہ اپنے قبیلہ کے سردار تھے، دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تنہا تشریف فرما تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ اے قبیلہ قریش کے عزیز اور بزرگو! یہ مناسب ہوگا کہ ہم لوگ محمدؐ کے پاس چلیں ان سے گفتگو کریں اور اپنی طرف سے جو پیش کش کر سکتے ہیں وہ پیش کر کے دیکھیں ہو سکتا ہے کہ وہ خوشی سے قبول کر لیں اور ان کی مطلوبہ چیز انہیں اس شرط پر دے دیں کہ وہ ہم سے نہ الجھیں، یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت حمزہؓ اسلام لا چکے تھے اور اصحاب رسولؐ کی تعداد بڑھ رہی تھی، حاضرین مجلس نے کہا اے ابوالولید! آپ پہل کریں، اور گفتگو کریں عتبہ اپنی جگہ سے اٹھے اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ اے میرے برادر زادہ! قبیلہ میں ہماری اور تمہاری عزت ہے وہ سب کو معلوم ہے، ہمارا گھرانہ بڑا نسب عالی، مگر تم نے اپنی قوم کے لئے ایک مصیبت کھڑی کر دی، جس سے ان کے لوگ گروہوں میں تقسیم ہو گئے، ان کے عالی دماغ لوگوں کو تم نے بے عقل بتایا، اور اس طرح ان کے معبودوں اور مذہب کی عیب جوئی کی اور ان کے باپ دادا جو دنیا سے گذر چکے ہیں ان کی تم نے تکفیر کی، میں اس لئے آیا ہوں کہ چند تجویزیں تمہارے سامنے رکھوں ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کسی کو تم پسند کر و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں ابوالولید کہو میں

سن رہا ہوں عتبہ بن ربیعہ نے کہا اے میرے بھتیجے! یہ جو ہنگامہ تم نے کھڑا کیا ہے اس سے تمہارا مقصد مال جمع کرنا ہے تو ہم تمہارے لئے اتنا مال جمع کردیں گے کہ تم قبیلہ میں بڑے مالدار بلہلاؤ، اور اگر تمہارا مقصد قوم کی لیڈری اور پاسبانی ہے تو ہم تیار ہیں کہ تم کو اپنا سردار بنالیں اور کوئی فیصلہ تمہارے بغیر نہ کریں اور اگر اس ہنگامہ خیزی کا مقصد بادشاہ بننا ہے تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں کہ تم کو اپنے اوپر بادشاہ تسلیم کرلیں اور اگر تمہارے سر پر کوئی جن سوار ہوگیا ہے تو جو بہتر سے بہتر علاج ممکن ہے ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں، اور تمہاری شفایابی کے لئے جتنا خرچ کرنے کی ضرورت ہوگی، اور جو جھاڑ پھونک میں خرچ ہوگا ہم سب اس کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں، عتبہ اس طرح کی باتیں جب کرچکے اور آنحضرت گان لگا کر ان کی باتیں سنتے رہے، ان کا قطع کلام نہیں کیا فرمایا: اے ابوالولید! کیا آپ اپنی بات کہہ چکے کہ ابھی کچھ باقی ہے؟ انہوں نے کہاں ہاں جو مجھے کہنا تھا کہہ چکا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اب میں آپ کو جواب دیتا ہوں! ابو الولید نے کہا ارشاد فرمایئے، حضور اکرم ﷺ نے ان کے جواب میں یہ آیتیں پڑھیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"حٰمٓ، تنزیل من الرحمن الرحیم کتاب فصلت آیاته قرآنا عربیا لقوم یعلمون بشیرا و نذیرا فاعرض اکثرهم فهم لا یسمعون وقالوا قلوبنا فی اکنة مما تدعونا إلیه"

(حم سجدہ/۱۔۵)

(حم۔ یہ کلام رحمٰن ورحیم کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے، یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں، یعنی ایسا قرآن ہے جو عربی زبان میں ہے ایسے لوگوں کے لئے نافع ہے جو دانشمند ہیں، بشارت دینے والا ہے اور نہ ماننے والوں کے لئے ڈرانے والا ہے، سوا کثر لوگوں نے اس سے روگردانی کی پھر وہ (بوجہ اعراض کے) سنتے ہی نہیں، اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف آپ ہم کو بلاتے ہیں ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں)

آنحضرت ﷺ نے اس کے آگے کی آیات تلاوت فرمائی اور وہ لوگ سنتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ آیت سجدہ پر پہونچ گئے اور سجدہ کیا اور فرمایا کہ اے ابوالولید تم نے سن لیا اب تم جانو تمہارا کام جانے، اس کے بعد عتبہ بن ربیعہ آنحضرت ﷺ کے پاس سے اٹھے اور اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھ گئے، وہاں پر جو دوسرے لوگ تھے اور آپس میں باتیں کررہے تھے ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ابوالولید جس وقت یہاں سے گئے تھے اور اس وقت ان کے چہرے پر جو آثار تھے وہ اب بدلے ہوئے نظر آرہے ہیں، بہرحال انہوں نے پوچھا کہ ابوالولید کیا لائے ہو انہوں نے جواب میں کہا کہ میں نے ایسی بات سنی ہے جو بخدا زندگی میں پہلے نہیں سنی تھی، بخدا نہ تو یہ شعر ہے، اور نہ جادو کے بول ہیں، اور نہ کسی کاہن کی آواز ہے، اے اھل قریش! میری بات نہ مانو اور خود تجربہ کرلو اور ہمارے اور اس شخص کے درمیان میں جو بات ہوئی ہے اس کو نظرانداز کردو، خود سن کر یا پڑھ کر فیصلہ کرو کیونکہ میں جو سن کر آرہا ہوں وہ ایک بہت بڑی انقلابی خبر ہے، جو عرب ارادہ کررہے ہیں وہ پاگئے تو کوئی دوسرا شخص یہ کام اپنے سر اٹھالے گا، اور اگر وہ عربوں پر غالب آگئے تو اس کا ملک تمہارا ملک ہوگا، جو بڑائی اس کی تسلیم کی گئی ہے تم کو اس میں حصہ دے گا اور تم تمام لوگوں میں زیادہ کامیاب تسلیم کئے جاؤ گے، اور اگر وہ عربوں پر غالب آئے تو تمہارا ملک اس کا ملک ہوجائے گا اور تمہاری عزت اس کی عزت ہوجائے گی اور تم لوگوں میں وہ سب سے زیادہ خوشحال ہوجائے گا لوگوں نے کہا اے ابوالولید! تم پر اس شخص نے اپنی زبان سے جادو کردیا ہے، عتبہ نے کہا جو میری رائے تھی وہ میں نے کہہ دیا اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔

حاصل یہ کہ اعجاز قرآنی کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ جو سنتا گرویدہ ہوجاتا، اور کسی فنی موشگافی اور نکتہ رسی کا منتظر نہیں رہتا، حضرت عمر فاروقؓ کے ایمان لانے اور عتبہ کے ایمان نہ لانے کا قصہ دونوں قرآن کریم کی اس تاثیر کی دلیل ہے کہ جس نے سنا، وہ سنتے ہی بیتاب ہوگیا۔

بہرحال مذکورہ واقعہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قرآن کریم کی تاثیر پہلے دن سے سننے والوں کے دل و دماغ پر دیکھی گئی جن لوگوں نے سنا وہ حیرت زدہ ہوئے، اور جن کی نگاہوں پر پردہ پڑا تھا انہوں نے اس کو جادو اور شاعری کہا، اور قرآن کریم کے ان سننے والوں کے دل و دماغ پر جو اثرات پڑتے تھے، اس کو اپنے معجزانہ زبان میں ایسے الفاظ میں بیان کیا ہے کہ آج بھی عربی زبان کے سمجھنے والے محسوس کرتے ہیں کہ یہ آیتیں وہ ہیں جو دلوں کو ہلادیں اور زندگی کا رخ پلٹ دیں۔

"اللہ نزل أحسن الحدیث کتابا متشابها مثانی تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم ثم تلین جلودهم و قلوبهم إلی ذکر اللہ"

(الزمر/۲۳)

"اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے بار بار دہرائی گئی ہے، جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم (اور منقاد) ہوکر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں"

حاصل کلام یہ کہ قرآن کریم کو ایمان لانے والوں اور ایمان نہ لانے والوں دونوں نے ایک بے مثال کلام تجویز کیا، لیکن ہر وہ بات جو سچ ہو اور سمجھ میں آگئی ہو اس کو رسالہ یا مقالہ کی شکل میں ترتیب دینے کا کوئی رواج نہیں تھا، یہ رواج تیسری صدی ہجری کے آخر اور چوتھی صدی کی ابتداء میں شروع ہوا، اعجاز قرآن کی مستقل تصنیفات کا سلسلہ تیسری صدی ہجری میں شروع ہوا جس کا اصل سبب اوپر بیان کیا گیا، نیز یہی تیسری صدی ہے جس میں صرف بلاغت یا اعجاز قرآن کیا بلکہ تمام اسلامی علوم وفنون مرتب ہوئے، صحاح ستہ اسی دور میں مدون ہوئی، چاروں فقہی مذاہب اسی دور کی یادگار ہیں، علم کلام (علم التوحید) کے مسائل، اسی دور میں یہ کتابیں لکھی گئیں، لہٰذا اگر بلاغت اور اعجاز پر کام اسی دور میں شروع ہوا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

●●●●

دو چادروں والے عاشقِ رسول ﷺ

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی
مدینہ منزل نیو سرسید نگر، علی گڑھ

امت محمدیہ کی سب سے بڑی امتیازی خوبی یہ ہے کہ اس کو شروع ہی سے ایسے عاشق رسول مل گئے جنھوں نے چار دانگ عالم میں اسلام کا جھنڈا نصب کردیا، مگر کسی مشن کے لئے ایک طاقت ور شخصیت اور اعلیٰ مقصد درکار ہوتا ہے، یہ شخصیت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جس کے ارد گرد پروانۂ نبوت جمع ہوگئے تھے، ہر صحابیؓ کے اندر جو جوش وخروش اور مقصد سے سرگرمی اور فدائیت کا جذبہ نظر آتا ہے اس کی کوئی مثال کہیں اور نہیں ملتی، سیرت نبوی میں جو لعل وگوہر پوشیدہ ہیں ان میں سے آج ایک ایسے جوہر کا ذکر مقصود ہے جس کی چمک دمک سے معنوی طور پر شمس وقمر منور ہیں اور جس کی عنایت سے ستارے روشن ہیں، یہ ایک گمنام صحابی ہیں جن سے خود صحابہ کرامؓ بھی کماحقہ واقف نہ تھے۔

غزوۂ تبوک سیرت رسولؐ میں ایک بڑا اہم باب ہے، یہ مسلمانوں کی بڑی آزمائش تھی، اس لئے کہ یہ سخت گرمیوں کا زمانہ تھا، ہر طرف آگ برس رہی تھی، دوسری طرف قحط کے آثار بھی تھے، مگر اس غزوہ میں صحابہ کرامؓ نے زبردست قربانی دی، بلکہ ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے، حضرت ابوبکرؓ نے اپنا پورا مال لاکر حضور اقدسؐ کی خدمت میں پیش کردیا، حضرت عمرؓ نصف مال لائے، حضرت عثمان غنیؓ نے ایک ہزار دینار سے مدد کی، اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سب سے بڑا لشکر تیار ہوا، جس میں ۳۰ ہزار صحابہ تھے، یہ جہاد کی تیاری تھی، اہل روم کے خلاف جس کے بارہ میں خبر پھیل گئی تھی کہ وہ مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں، چونکہ یہ قیصر روم کا دور عروج تھا، اس نے کسریٰ کو شکست دی تھی اور لشکر یہ میں پیدل بیت المقدس جارہا تھا، اس لئے مسلمانوں کو شبہ تھا کہ عیسائی عرب ریاستوں سے مل کر وہ مسلمانوں پر حملہ نہ کردے، اس غزوہ میں بڑے بڑے معجزات نبویؐ ظاہر ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے قریب لڑے اور پھر مدینہ واپس تشریف لائے۔

اس غزوہ میں ایک مقام پر آنحضرت کی اونٹنی کھوگئی، ایک منافق بولا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خبریں آسمان سے آتی ہیں، مگر ان کو یہ تک پتہ نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ لوگوں نے اس منافق کا قول خدمت اقدسؐ میں پیش کیا، آپ نے فرمایا کہ بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ نہیں معلوم کہ میری اونٹنی کہاں ہے، البتہ ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ فلاں جھاڑی میں ہے اور اس کی رسی اس کے پیر میں پھنس گئی ہے، پھر ایک صحابی سے فرمایا کہ جا کر اونٹنی لے آؤ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظرف تھا کہ ان منافقوں کو برداشت کرتے تھے۔

اس غزوہ میں ایک مسلم عبداللہ ذوالبجادینؓ کی وفات کا واقعہ پیش آیا، ان کا قصہ یہ ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہتے تھے، اور ان کی قوم ان کو اسلام سے روکتی تھی، دونوں میں مدتوں کشمکش جاری رہی بالآخر ان کو نکال دیا گیا اس حال میں کہ ان کے پاس صرف ایک چادر تھی، انھوں نے چادر کے دو ٹکڑے کئے، ایک کا تہ بند بنالیا اور ایک اوپر سے اوڑھ لیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے، اس بنا پر ان کا نام دو چادروں والے "ذوالبجادین" رکھا گیا، غزوہ تبوک میں ان کی وفات ہوئی، حضرت عمرؓ، حضرت ابوبکرؓ اور خود شمع نبوتؐ سب نے مل کر ان کی قبر کھودی، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مدد فرماتے رہے، پھر ان کو قبر میں لٹادیا قبر میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللھم انی امسیت راضیاً عنه فارض عنه" (اے اللہ میں ان سے خوش ہوں تو بھی ان سے خوش ہوجا) یہ الفاظ عبداللہ بن مسعودؓ نے سنے تو فرمایا کہ اے کاش! اس قبر میں سونے والے کے بجائے میں ہوتا، اور حضورؐ کی رضامندی اور اللہ کی رضامندی سے بہرہ ور ہوتا۔

علامہ سید ابوالحسن علی ندویؒ نے یہ واقعہ اپنی کتاب "السیرۃ المحمدیۃ" میں ابن ہشام سے نقل کیا ہے، (۱) مگر اولاً تو وطن سے دور عالم غربت میں موت، پھر خاندان وقبیلہ والوں کی دشمنی لیکن اکرام واعزاز کا یہ عالم کہ خود آفتاب نبوتؐ اپنی رضامندی کا اعلان فرماتے ہیں، جس کو سن کر خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رشک کرتے ہیں کہ کاش وہ اس قبر میں دفن ہوتے اور شمع نبوت کی رضامندی اور اللہ کی رضامندی حاصل کرلیتے۔ ع

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر گوشۂ دامان اوست

(۱) دیکھئے "السیرۃ المحمدیہ" ص ۳۲۱۔

روداد چمن

رپورٹ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

پیش کردہ درجلسہ مجلس انتظامیہ

منعقدہ یکم محرم الحرام ۱۴۲۴ھ مطابق ۶ / مارچ ۲۰۰۳ء بروز پنجشنبہ

از: _____ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

الحمدللّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدنا رسول اللّٰہ خاتم النبیین محمد بن عبداللّٰہ الأمین، وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین، ومن تبعھم باحسان ودعا بدعوتھم الی یوم الدین، أما بعد:

حضرات! ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ کا یہ سالانہ جلسہ اپنے مقررہ طریقہ سے یعنی اختتام سال ہجری پر منعقد ہو رہا ہے، ہم جب گذرے ہوئے سال پر نظر ڈالتے ہیں تو گذشتہ سال کے جلسہ کے وقت ملک میں جو حالات تھے ان میں کوئی خاص تبدیلی نہیں محسوس کرتے، گذرا ہوا سال حالات کے کچھ نشیب وفراز کے ساتھ حسب سابق ہی گذرا۔

حضرات! دنیا کے موجودہ عہد میں نیویارک امریکہ میں پیش آنے والے ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعہ کے بعد سے پوری دنیا میں مسلمانوں کے معاملہ میں مکروہ پروپیگنڈہ کا جو محاذ سا بنالیا گیا ہے وہ ابھی جاری ہے، اسلامی قدروں اور اسلام کی ملی ودینی تعلیمات کے فروغ کے لئے کام کرنے والوں پر اس واقعہ سے قبل تک رجعیت، قدامت پرستی پھر بنیاد پرستی کے الزامات لگائے جاتے تھے، اور اب لفظ بدل کر دہشت گردی کا الزام لگایا جانے لگا ہے، اسلامی فکر ومزاج کے مراکز کو اور علوم دینیہ کی درس گاہوں کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، حالانکہ تعلیم وتعلم کے دیگر مراکز کے مقابلہ میں علوم دینیہ کی درس گاہیں زیادہ امن پسند اور ملک وقوم کے مفاد کا لحاظ رکھنے والی ہیں، یہاں علوم دین کی تعلیم کے ساتھ انسانی، بہبودی اور اعلیٰ اخلاق وکردار کی بھی تعلیم دی جاتی ہے، چنانچہ ملک کی عصری درسگاہوں میں جو وقتاً فوقتاً اخلاقی بگاڑ اور امن شکنی کے واقعات وجود میں آتے رہتے ہیں، اس طرح کے واقعات الحمدللہ ہماری دینی درسگاہوں میں کم تعداد میں بھی نہیں پیش آتے، بات یہ ہے کہ ملک کی عصری درسگاہوں کے پیش نظر دراصل زندگی کی معاشی وسیاسی دوڑ میں کامیابی حاصل کرلینے کی صلاحیت پیدا کرنا ہوتا ہے، جب کہ ہماری اسلامی دینی درسگاہوں کے پیش نظر طلباء میں اپنے مالک حقیقی رب العالمین کے حکموں کی تابعداری اور اعلیٰ انسانی کردار کی صفات پیدا کرنا اور سودمند وتعمیر پسند زندگی کی ضرورت کا ضروری علم عطا کرنا ہوتا ہے، چنانچہ نفس پرستی اور خود غرضانہ ٹکراؤ کے جتنے واقعات عصری تعلیم کے دائرے میں پیش آتے ہیں ہماری دینی تعلیم کے زمرہ میں پیش نہیں آتے، لیکن افسوس کی بات ہے کہ امن شکنی کا خطرہ اور اس کا الزام ہمارے دینی تعلیم کے مراکز کو دیا جاتا ہے، جب کہ ایک واقعہ بھی اس کی دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکا، اور اس کے برعکس اس الزام کے لائق دسیوں واقعات عصری مراکز میں پیش آتے رہتے ہیں، اور اس کو قابل فکر امر بھی نہیں سمجھا جاتا، مسلمانوں کے بارے میں یہ رویہ کچھ تو خود ہمارے ملک کے بااثر حلقوں کی طرف سے ہے، اور کچھ غیر ملکی طاقتوں کی مسلم دشمنی کے بیانات کے اثر سے ہے، جس کی وجہ سے دنیا کے تمام خطوں میں مسلمانوں کے پابند دین نوجوانوں کو امن شکن گروہوں کی فہرست میں شمار کرلینے کا ایک رجحان سا بن گیا ہے۔

حضرات! سال گذشتہ ہمارا جلسہ گجراتی مسلمانوں پر گذرنے والی ہلاکت خیزی کے واقعہ کے بعد منعقد ہوا تھا، اس کی وجہ سے فضا مسموم تھی، متعدد اکثریتی گروہوں کی سخت کلامی اور متشددانہ روش ابھی تک بدلی نہیں ہے، اور بابری مسجد کو رام جنم بھومی قرار دے کر اپنے آئندہ کے عزائم پورے کرنے کی دھمکی چلتی رہتی ہے، اور اس سے ملک کی فرقہ وارانہ فضا برابر مسموم ہوتی رہتی ہے اور اس طرح فرقہ وارانہ تشدد کی چنگاریوں کے لئے آگ بننے کی راہ ہموار ہوسکتی ہے، فرقہ وارانہ فضا کی خرابی کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ کی طرف سے ان باتوں کی ترویج سے لوگوں کے ذہن خاصے متاثر ہوتے ہیں اور اس طرح مسلم وہندو قوموں کے درمیان ہم وطنی کے روابط اور رواداری کے جو احساسات رہے ہیں وہ خاصے مجروح ہوگئے ہیں، اور ایک ہی ملک میں ساتھ رہنے کے باوجود آپسی تناؤ بنتا رہتا ہے، اس کی وجہ سے تعمیری کاموں میں رکاوٹ پڑتی ہے، خاص طور پر اقلیتی فرقہ کو اس نقصان کا حصہ زیادہ ملتا ہے، مسلمان امت دعوت ہیں، ان کی ذمہ داری اپنے غیر مسلم پڑوسیوں کو اسلامی اقدار واخلاق سے متعارف کرانا ہوتا ہے، اور جب کہ سیاسی فرقہ وارانہ کشیدگی نے دونوں فرقوں کے درمیان خاصی غلط فہمی اور دوری پیدا کردی ہے، اس کام کی

ضرورت اور بھی بڑھ گئی ہے، ہمارے دانشوروں اور کارگذار حضرات کو اس پہلو کی طرف خصوصی توجہ کرنے کی ضرورت ہے، اسی کے لئے سابق ناظم حضرت مولانا علی میاں ندوی صاحبؒ نے پیام انسانیت کی تحریک چلائی تھی اور اس کی افادیت سامنے آتی رہی تھی، اس کام کا تقاضہ اب اور بھی بڑھ گیا ہے، الحمدللہ ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں کو اس کی فکر ہے اور اس کا دفتر بھی ندوۃ العلماء کے احاطہ میں قائم ہے۔

حضرات! اس صورت حال کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے، اس صورت حال کو مکمل طور پر بدل دینے کی طاقت تو ہم مسلمانوں میں نہیں ہے، لیکن خاصی حد تک ہم اس میں تبدیلی لانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، کیونکہ ایک تو یہ صورت حال مصنوعی طریقہ سے پیدا کی گئی ہے اور اس کے مطابق مسلمانوں کے تعلق سے فرضی اندیشے ظاہر کئے جاتے ہیں، دوسرے یہ کہ اس میں خاصا دخل میڈیا کے ذرائع کو ہے، اور میڈیا کے ذرائع ایک حد تک مسلمانوں اور غیر مسلمانوں دونوں کے لئے قابل استعمال ہوسکتے ہیں، ان ذرائع میں داخل ہونے کی اور اس کو صحیح رُخ دینے کی اگر ہم پوری کوشش نہیں کرسکتے تو جزوی کوشش بہرحال کرسکتے ہیں اور اس کے ذریعہ سے ہم حالات پر ایک حد تک اثر انداز ہوسکتے ہیں، ذرائع ابلاغ کے ساتھ تعلیم کا ذریعہ بھی مسلم مخالف ذہن کی تشکیل کے لئے استعمال کیا جارہا ہے، خاص طور پر نئی نسل کے لوگ اس کا نشانہ ہیں، اس طرح ان کو ملک کی عملی زندگی کے قابل بناتے وقت ان کے ذہن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف فرضی تصورات کے حامل بنائے جارہے ہیں، زندگی کے یہ دونوں مؤثر میدان مسلمانوں کی طرف سے خصوصی توجہ دینے کے ہیں، اور مسلمانوں کے تعلیمی مراکز اور علمی وفکری ادارے اس کو بہتر طریقہ سے انجام دے سکتے ہیں۔

اس طرح ہماری دینی درسگاہوں کا کام بہت اہمیت کا مالک بن جاتا ہے، مسلمانوں کے عام اہل دانش کو بھی ہمارے دینی اداروں کی اس اہمیت کو سمجھنا چاہئے اور ہمارے دینی اداروں کو تو اس سلسلہ میں اپنی عملی ذمہ داری کا پورا ادراک کرنا چاہئے اور اس کے لئے ضروری تدابیر اختیار کرنا چاہئے، ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں نے الحمدللہ اس کو نہ صرف یہ کہ محسوس کیا بلکہ اپنی صلاحیت کار کے مطابق اس کے لئے حسب استطاعت ضروری تدابیر بھی اختیار کیں، سال گذشتہ تک کی کی جانے والی تدابیر کا تذکرہ مجلس انتظامیہ کی سال گذشتہ رپورٹ میں کیا گیا تھا، سال رواں الحمدللہ اس سلسلہ میں اضافہ ہوا ہے، تعلیمی زمرہ میں بھی اور دعوتی وعملی زمروں میں بھی، جن میں ذرائع ابلاغ کا حصہ خاصا ہے، اس کے دائرہ میں ندوۃ العلماء سے اردو، ہندی، انگریزی تینوں زبانوں میں الحمدللہ وقیع سطح کے پرچے نہ صرف شائع کئے جارہے ہیں بلکہ ان کو قارئین کی طرف سے پسندیدگی حاصل ہورہی ہے، اور آخری درجات کے فارغین کو اسلام کے فکری اور عملی امتیاز کے سمجھنے اور منحرف ومخالف عقائد وافکار سے واقف کرانے کے جس نظام کا آغاز سابق ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے المعہد الإسلامي للدعوۃ والفکر الإسلامي کے نام سے فرمایا تھا وہ توجہ کے ساتھ زیر عمل ہے، اس میں داخلہ لینے کے لئے ہر سال ندوۃ العلماء کے نئے فارغین میں سے طلباء کا انتخاب کیا جاتا ہے، اور ان انتخاب شدہ طلباء کو وقیع وظیفہ بھی دیا جاتا ہے، اس کے علاوہ صحافت کے کام کے لئے تعلیمی شعبہ موثر انداز سے قائم کردیا گیا ہے، اور اس میں بھی داخلہ کے لئے طلباء کا باضابطہ انتخاب کیا گیا ہے اور ان کو بھی وقیع وظیفہ دیا جارہا ہے، اور اس میں تعلیم دینے کے لئے تجربہ کار مسلمان صحافیوں سے وقت بھی لیا جاتا ہے۔

صحافت کی تربیت کی لائن میں گذشتہ کئی سال سے جو ضمنی طور پر کوشش ہوتی رہی ہے اس کا اچھا نتیجہ سامنے آیا ہے، ندوۃ العلماء کے ایک فاضل مولوی عبیدالرحمٰن ندوی کی صحافتی مشق الحمدللہ اس حد تک ہوگئی کہ شہر کے موقر انگریزی اخبارات میں ان کے مراسلے عموماً شائع ہوجاتے ہیں، جو عام طور پر مسلم مخالف ذہن کو صحت مند بنانے کے مقصد کو پورا کرتے ہیں، اسلوب وزبان کے اعتبار سے وہ اس سطح کے ہوتے ہیں کہ وہ اخبارات کی طرف سے عموماً قبول کرلئے جاتے ہیں، وہ موقع ومحل اور حالات کے تقاضہ کے مطابق ومناسب ضروری مضامین بھی لکھنے لگے ہیں۔

ندوۃ العلماء سے ہندی اور انگریزی میں نکلنے والے پرچوں میں ایسا علمی ومعلوماتی مواد پیش کیا جاتا ہے جو اسلام کے اعلیٰ تصورات وکردار سے ناواقف لوگوں کی صحیح ذہن سازی کا کام انجام دینے میں مفید ہو، اور اس میں رائج الوقت حالات وخیالات کو اسلامی ذہن کے مطابق اپنایا جاتا ہے، تعمیر حیات (اردو)، اور الرائد والبعث الاسلامي (عربی)، الحمدللہ طویل مدت سے نکل رہے ہیں، ان میں بھی اس کا خیال رکھا جاتا ہے کہ عموماً رائج الوقت موضوعات کو ہی اپنایا جائے تاکہ چینی رجحانات میں جو غیر صحت مندانہ عناصر شامل ہوجاتے ہوں ان کو صحیح بنایا جاسکے اور تعمیر حیات کو تو چند دنوں سے مزید بہتر بنانے کی کوشش کی گئی ہے جو عموماً پسند کی گئی ہے۔

ملک میں ہندوی زبان اور انگریزی زبان کو جو اہمیت اور بالادستی حاصل ہے اس کو بھی ندوۃ العلماء نے پیش نظر رکھا ہے، چنانچہ ان زبانوں

میں بھی لکھنے اور کام کرنے کی مہارت پیدا کرنے کے لئے مستقل شعبہ قائم کیا گیا ہے، یوں تو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ثانوی اور عالی مرحلہ میں بالترتیب ان مذکورہ زبانوں کی تعلیم لازمی رکھی گئی ہے، لیکن منتہی طلباء کے لئے بھی ان میں مہارت اور خصوصیت پیدا کرنے کے لئے مذکورہ بالا علیحدہ شعبہ بھی قائم کیا گیا ہے، جس میں فارغین کو انتخاب سے لیا جاتا ہے۔

ذرائع ابلاغ کے سلسلہ میں وسائل نے آج کل بڑی ترقی حاصل کرلی ہے، اور بات کمپیوٹر سے آگے بڑھ کر انٹرنیٹ اور ای میل کے رواج پانے تک پہنچ گئی ہے، الحمدللہ ندوۃ العلماء نے کئی سال قبل ہی اس کی اہمیت کو محسوس کرلیا تھا، چنانچہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے ذریعہ کو مناسب ڈھنگ سے استعمال کیا جارہا ہے۔

دوسری طرف تعلیم کے زمرہ میں جو کہ ندوۃ العلماء کے زمروں میں سب سے وسیع زمرہ ہے، الحمدللہ برابر ترقی ہورہی ہے، دارالعلوم کے ابتدائی اور ثانوی درجات دارالعلوم ندوۃ العلماء کے احاطہ میں جگہیں تنگ پڑجانے کی وجہ سے احاطہ سے باہر منتقل کئے جانا شروع ہوئے تھے، اب اس سال یہ کام مکمل ہوگیا ہے، اب دارالعلوم کے احاطہ میں صرف حفظ، عالمیت، فضیلت اور تخصص کے درجات ہیں، دراصل دارالعلوم میں طلباء کی تعداد اس حد تک ہوگئی تھی کہ احاطہ کے اندر درجات اور قیام طلباء کی تمام جگہیں پُر ہوگئی ہیں، چنانچہ تعلیمی نظام کا پھیلاؤ احاطہ سے نکل کر الحمدللہ شہر کے مختلف حصوں میں پہنچ گیا۔ ابتدائی تعلیم کے مکاتب شہر کے مختلف محلوں میں ایک درجن سے زیادہ کی تعداد میں ہیں اور ثانوی تعلیم اور شروع کی اعلیٰ تعلیم پر مشتمل ندوہ سے وابستہ مدارس بھی شہرت کے مختلف حصوں میں نصف درجن کے قریب ہوگئے ہیں، ان میں سے معہد دارالعلوم جو شہر کے مضافات میں مقام سکروری میں ہے اس کو دارالعلوم ندوۃ العلماء نے براہِ راست اپنے ذاتی نظم وانتظام میں رکھا ہے، اس کے لئے شاندار دو منزلہ دارالاقامہ اور علیحدہ سے دو منزلہ درسگاہ کی تعمیر جو کئی سال سے جاری تھی اب الحمدللہ تقریباً تکمیل کو پہنچ گئی ہے، دونوں کے پہلو میں شاندار کئی منزلہ مسجد بھی زیر تعمیر ہے، جس کی دو منزلیں پوری ہوگئی ہیں، لیکن ابھی اس میں کام باقی ہے، مسجد کی تعمیر ملک کے کئی مخیر حضرات نے خالص اپنے ذمہ لے رکھا ہے اور اس کو مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب بھی کیا ہے۔

ادھر اس سے متصل تعمیر کردہ دارالاقامہ کا بھی ذمہ داران ندوۃ العلماء نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہی سے منسوب کرتے ہوئے رواق الشیخ ابی الحسن نام رکھا ہے، رواق ابوالحسن کی دونوں منزلیں مکمل ہونے پر یہ دارالاقامہ اپنے اطراف میں وسیع اور شاندار شکل میں نمایاں نظر آتا ہے۔

سکروری میں واقع دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اس معہد میں ابھی مزید تحسین وتکمیل کا سلسلہ جاری ہے، اس میں ایک وسیع ہال کی ضرورت ابھی باقی ہے، نیز کتب خانہ بھی وسیع اور ضرورت کے مطابق کیا جانا باقی ہے، علم دوست مخیر حضرات کے تعاون سے انشاء اللہ اس کی بھی تکمیل ہوجائے گی۔

تعلیمی زمرہ میں اردو نہ جاننے والے طلباء کے لئے علیحدہ نظام بھی ہے جس میں تعلیم عربی زبان میں ہوتی ہے، یہ نظام پانچ سال تک پھیلا ہوا ہے، بعض سیکشن ایسے ہیں کہ ان میں انگریزی زبان میں بھی اسباق ہوتے ہیں، مضامین کے لحاظ سے دینیات کے اور عربی زبان وادب کے وسیع اور سماجی ضرورت کے رائج الوقت مضامین بھی رکھے گئے ہیں۔

دعوتی مقصد کے تحت ندوۃ العلماء کے متعدد شعبوں میں ایک شعبہ دعوت وارشاد بھی قائم ہے، اس کے ساتھ ملکی ذرائع ابلاغ سے ربط کے لئے میڈیا سینٹر کا شعبہ علیحدہ سے ہے، دونوں اپنی اپنی ذمہ داری انجام دیتے ہیں، دعوت وارشاد کے دائرہ میں دینی انحراف کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کی طرف توجہ دی جاتی ہے، جس میں خاص طور پر قادیانیت کے فتنہ نے اس وقت زور پکڑ رکھا ہے، اور اس کے مالی وسائل بہت زیادہ ہیں، ان کی بنا پر اعلیٰ مصارف کے ذریعہ جاہل مسلمانوں کو سبز باغ دکھا کر اپنے زیر اثر لاتے ہیں اور یہ ملک کے مختلف حصوں میں وسیع پیمانہ پر کیا جارہا ہے، جس میں لکھنؤ ضلع کا جنوب مغربی خطہ نسبتاً کچھ زیادہ متاثر ہوا تھا۔ الحمدللہ ندوۃ العلماء کے شعبۂ دعوت وارشاد نے اس کا اچھا نوٹس لیا اور مفید کام انجام دیا ہے۔

اس سلسلہ میں ایسی جگہوں پر متبادل طور پر مکاتب قائم کئے گئے ہیں، جن سے اصلاح کا کام اچھا انجام پارہا ہے، مزید مکاتب کی ضرورت ہے تاکہ باطل کی پوری طرح بیخ کنی کی جاسکے، اس کے ساتھ ساتھ ایسے قرآنی مدارس بھی قائم کرنے کی ضرورت ہے جو حجم کے اعتبار سے چھوٹے ہوں تاکہ قرآن مجید کے خلاف باطل پرستوں کی طرف سے جو پروپیگنڈہ ہوتا ہے اس کے اثر سے ناخواندہ لوگوں کو بچایا جاسکے، ان میں تجوید کا انتظام ہو، اور اس کے ساتھ عقائد اور ضروری مضامین ہوں، تاکہ قرآن مجید سے وابستگی بڑھے، شعبۂ دعوت وارشاد اس کے لئے کوشاں ہے۔

ندوۃ العلماء کے مرکزی کتب خانہ (کتب خانہ شبلی) کے علاوہ ذیلی مکتبات بھی کئی قائم کئے گئے ہیں، جن کی تعداد چھ کی ہے، وہ مکتبات رواقوں میں علیحدہ علیحدہ قائم ہیں، اس طرح طلباء کو مطالعہ اور استعداد بڑھانے کی بڑی سہولت ہوگئی ہے، ان مکتبات میں کتابوں کا برابر اضافہ ہوتا رہتا ہے، سال رواں کلیۃ اللغۃ کے استاذ

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے مصر وخلیج عربی کا اس سلسلہ میں دورہ کیا، وہاں موجود ندوی فضلاء نے کتابوں کے سلسلہ میں بڑا تعاون کیا، اور کئی لاکھ کی رقم کے تعاون سے قیمتی اور مفید کتابیں خریدی گئیں جو ندوۃ العلماء کے کلیۃ اللغۃ کے مکتبہ اور کتب خانہ شبلی میں اضافہ کا باعث بنیں۔

حضرات! ندوۃ العلماء کے کاموں اور اس کے نصاب ونظام تعلیم وتربیت کا تعارف ملک سے باہر بھی اچھا ہے، موجودہ عہد میں زیادہ تر اس تعارف وشہرت کا باعث مرحوم ناظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے غیر ملکی دورے، ان کی تقریریں اور تحریریں ہوئی ہیں، ان کے اثر سے ندوہ اور مولانا مرحوم کو ایک سمجھا جانے لگا تھا، لہٰذا ندوۃ العلماء کو مسلم ممالک کے اہل علم میں بڑی قدر وعزت حاصل ہے، اس کا فائدہ ندوۃ العلماء کے طلباء کو بھی پہنچتا ہے، عرب ممالک کی جامعات میں ندوۃ العلماء کے طلباء قبول کئے جاتے ہیں، وہاں کے تعلیمی وظائف میں بھی وقتاً فوقتاً ندوۃ العلماء کے طلباء کو حصہ ملتا رہتا ہے، چنانچہ اس وقت سعودی عرب، شام اور مصر میں ندوۃ العلماء کے طلباء کی اچھی تعداد ہے، وہاں کے اداروں کے انعامی مقابلوں میں ندوۃ العلماء کے طلباء کو شریک کیا جاتا ہے اور ندوۃ العلماء کے طلباء نے ان میں بار بار انعام بھی حاصل کئے ہیں۔

حضرات! گذشتہ سال حکومت کی حج کمیٹی کی طرف سے یہ فیصلہ ہوا تھا کہ مشرقی ووسطی یوپی کے حجاج کو بجائے دہلی کے لکھنؤ ہی سے براہِ راست جدہ کے لئے پروازیں مہیا کی جائیں، اس کے لئے معاملات کی انجام دہی کے لئے ایک موزوں جگہ کی ضرورت تھی، چنانچہ لکھنؤ میں حج ہاؤس کے نام سے عمارت کی تعمیر کا فیصلہ ہوا لیکن چونکہ اس میں کچھ وقت لگنا تھا لہٰذا انھوں نے وقتی طور پر متبادل اختیار کرنے کے لئے شہر کی جگہوں کا جائزہ لیا اور ان کی رائے ندوہ سے ایک ماہ کے لئے کچھ جگہ وقتی طور پر مستعار طلب کرنے کی ہوئی، اور یہ وجہ بتائی کہ اس جگہ کے حصول پر لکھنؤ سے پروازوں کی سہولت کا آغاز ہونا منحصر ہے، چنانچہ غور ومشورہ کے بعد ان کو ندوۃ العلماء نے اپنی باؤنڈری کا جنوب مشرقی کونہ ایک ماہ کے لئے وقتی طور پر مستعار دے دیا جہاں سے ایک ماہ تک حجاج کے سفر کے انتظامات اور روانگی کا پُر اثر اور روحانی سلسلہ رہا، اور سہولتوں کا ایسا نظم رہا کہ حجاج کرام اور ان کے متعلقین عام طور پر ندوہ کے مداح ہوئے اور یہ چھوٹا سا دیار مقدسہ تک پہنچا، تقریباً سات ہزار حاجی یہاں سے روانہ ہوئے، ان کے رخصت کرنے والوں کو ملا کر ہزاروں ہزار افراد نے ندوہ کو دیکھا اور متاثر ہوئے اور ایک اچھا تجربہ ہوا، جگہ اس طرح گھیر دی گئی تھی کہ ندوہ کے تعلیمی نظام میں رکاوٹ نہیں پڑی، سال رواں دوبارہ حج ہاؤس کے تعمیر نہ ہوسکنے کے عذر کے ساتھ پھر جگہ طلب کی گئی اور مشوروں کے بعد ان کو جگہ دی گئی اور آٹھ ہزار حاجیوں کی روانگی برائے جدہ ندوہ کے اسی قطعہ سے ہوئی، اس انتظام سے دارالعلوم کے وہ درجات ودفاتر جو اس قطعۂ زمین میں ہیں، ایک ماہ کے لئے کسی طرح دوسری جگہوں میں ضم کرنا پڑے، کچھ دشواری ہوئی لیکن ایک کارِ خیر سمجھ کر اس کو قبول کیا گیا اور یہ بھی خیال رہا کہ یہ صورت عارضی ہے، اگلے سال غالباً ضرورت نہ پڑے گی۔

اس کے علاوہ ندوۃ العلماء نے دیگر کئی اجتماعی ودعوتی کاموں میں تعاون دیا، مثلاً پیام انسانیت کی تحریک میں حصہ لیا، جس کو سابق ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ملک میں انسانی اقدار واخلاقی کردار کو بحال کرنے اور توجہ کا مستحق بنانے کے لئے برسوں قبل شروع کیا تھا اور پھر اس کے لئے سفروں کی اور اجتماعات میں شرکت کی زحمتیں برداشت کیں، ندوۃ العلماء نے اس کے دفتر کے لئے اپنے احاطہ میں جگہ بھی دے رکھی ہے، ندوۃ العلماء کے ذمہ دار حضرات ملک کے دیگر اہل نظر مسلمانوں کے ساتھ حضرت مولاناؒ کے بعد بھی اس کام کو کررہے ہیں، اس سے ملک میں مسلمانوں کے متعلق تصور درست ہونے اور پُر امن ذہن بننے میں خاصی مدد ملتی ہے، سال رواں اس خاکسار نے کئی رفقاء کے ساتھ مغربی یوپی کے متعدد شہروں میں منعقد اجتماعات میں شرکت کی اور اس کا بہت فائدہ دیکھا۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے ملک میں مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں ابھرنے والے نزاعات کو شریعت اسلامی کے دائرہ میں حل کرنے کے لئے مختلف جگہوں پر دارالقضاء الشرعی قائم کئے گئے ہیں، ان میں ایک دارالقضاء لکھنؤ میں قائم کیا گیا تھا، اس کی ذمہ داری بھی ندوۃ العلماء نے قبول کی، چنانچہ احاطہ میں اس کا مرکز قائم ہے اور الحمدللہ اچھے انداز میں کام کررہا ہے۔

پیام انسانیت فورم کے علاوہ ندوۃ العلماء کے احاطہ میں ذرائع ابلاغ کو مفید مواد مہیا کرنے کے لئے گلوبل فیچر کے نام سے بھی ایک دفتر قائم ہے، جو صحافتی دائرہ میں مناسب مواد فراہم کرنے کی طرف توجہ دیتا ہے، وہ ناظر عام کی سرپرستی میں کام انجام دیتا ہے۔

حضرات! ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں کو اسلام اور مسلمانوں کی تقویت ومعاونت کے لئے جو عملی پہلو فکر وتوجہ کے لائق نظر آئے ندوۃ العلماء نے ان میں حصہ لینے کو اپنی ملی ودینی ذمہ داری سمجھی، تحریر بالا میں ان کا مختصر تذکرہ پیش کیا گیا، ان کے ساتھ ساتھ ندوۃ العلماء کا وسیع تر اور اہم زمرہ تعلیمی زمرہ ہے، الحمدللہ اس میں ندوۃ العلماء اپنی پوری ذمہ

داری انجام دے رہا ہے جیسا کہ تحریر میں ذکر آیا کہ احاطہ ندوۃ العلماء کے اس کی تعلیمی سرگرمیوں کے لئے ناکافی ہونے کے باعث ابتدائی ومتوسط تعلیم کے شعبے شہر کے دیگر اطراف میں منتقل کئے گئے، اس کے لئے ضروری تعمیرات کی گئیں، اس کے باوجود احاطۂ دارالعلوم کے اندر تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کی تعداد میں کوئی خاص کمی نہیں ہوئی، وہ اس وقت دو ہزار ہے، احاطہ سے باہر شہر میں ابتدائی ومتوسط مکاتب ومدارس ہیں، ان کے طلباء کی تعداد مجموعی طور پر تین ہزار سے زیادہ ہے، ان کے علاوہ ملک کے مختلف حصوں میں بکھرے مدارس ومکاتب جو ندوۃ العلماء سے تعلیمی طور پر وابستہ ہیں دوسو کی تعداد تک پہنچتے ہیں، الحمدللہ تعلیمی نظام توجہ کے ساتھ چلانے کی فکر کی جاتی ہے۔

ندوۃ العلماء کی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں ہم اپنے محترم رفقاء کے شکر گذار ہیں کہ ان کی بخوبی انجام دہی میں ان کی دلچسپی اور توجہ کا بڑا حصہ ہے، خاص طور پر معتمد تعلیم مولانا عبداللہ عباس ندوی صاحب جو اگرچہ ایک عرصہ سے کچھ علالت میں ہیں لیکن اس کے باوجود ندوۃ العلماء آتے رہتے ہیں، اور فکرمندی اور دلچسپی کا معاملہ رکھتے ہیں، اور معتمد مال جناب پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب جن کی توجہ وتعاون سے بڑی تقویت حاصل ہے، توجہ رکھتے ہیں، مہتمم صاحب دارالعلوم مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کی فکرمندی وتوجہ اور ناظر عام مولانا سید حمزہ حسنی ندوی کا تعاون نیز اساتذہ ودیگر ذمہ داران کی حسن کارکردگی بھی لائق تشکر ہے۔

میں آپ سب حضرات کا بھی شکر گذار ہوں کہ سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے اس جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

والسلام

رابطۂ ادب اسلامی کا انیسواں سالانہ مذاکرۂ علمی

مرکزی موضوع

''انسانی کردار سازی میں اخلاقی واسلامی ادب کی خدمات''

بتاریخ ۲۹/۳۰/مارچ ۲۰۰۳ء بمقام دارالعلوم تاج المساجد- بھوپال

ذیلی عناوین :

۱- مولانا ابوالکلام آزاد کی تحریر وتقریر میں کردار سازی کے عناصر
۲- علامہ شبلی نعمانی کی تحریروں کے ذریعہ انسانی کردار سازی کی کوششیں
۳- علامہ سید سلیمان ندوی کی تصانیف میں اخلاقی کردار سازی کی قدریں
۴- فکر اقبال میں مومن کا کردار
۵- کلام اقبال میں کردار ساز شخصیت
۶- کلام اقبال میں قرآنی تعلیمات انسانی کردار کی تعمیر میں کیا رول ادا کرسکتی ہیں؟
۷- کلام اقبال میں مسلم نوجوان کا تصور
۸- مسدس حالی میں تعمیر انسانیت کے عناصر
۹- حفیظ جالندھری کے شاہنامۂ اسلام میں ادب اسلامی کے جواہر
۱۰- نظیر اکبرآبادی کے کلام میں اعلیٰ انسانی قدریں
۱۱- انسانی کردار سازی میں اردو صحافت کا حصہ
۱۲- جگن ناتھ آزاد کی ادبی نگارشات میں اعلیٰ انسانی آفاقیت
۱۳- ڈپٹی نذیر احمد کی تخلیقات میں انسانی کردار سازی کی خوبیاں
۱۴- سرسید احمد خاں کی تحریروں میں اعلیٰ اخلاقی معیارات
۱۵- مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی تصنیفات میں انسانی کردار سازی کے نمونے
۱۶- بھوپال میں اردو ادب کے ذریعہ انسانی کردار سازی کی مساعی
۱۷- حضرت شاہ یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں اعلیٰ انسانی شاہکار
۱۸- مولانا حسین احمد مدنی کی تحریر وتقریر کی روشنی میں انسانی کردار سازی
۱۹- مولانا عبدالسلام قدوائی کی تحریروں میں اعلیٰ کردار سازی
۲۰- شاہ جہاں بیگم- اسلامی اخلاقی قدروں کی تعمیر میں ان کا ادب
۲۱- مولانا عبدالماجد دریابادی کے ادبی شذرات میں اخلاقی قدریں
۲۲- احادیث نبویہ کی ادبی حیثیت اور تعمیر کردار میں ان کی افادیت

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

سترہواں اجلاس - اعلامیہ مونگیر

منعقدہ بتاریخ یکم و۲/مارچ ۲۰۰۳ء

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ سترہواں اجلاس منعقدہ مونگیر بہار ملک کی موجودہ صورتحال پر گہری تشویش کا اظہار کرتا ہے، دنیا کی تاریخ میں ایشیا ہی سے عالمگیر انسانیت اور حق وصداقت کی آواز بلند ہوئی، ہندوستان کا امتیاز روحانیت کے گہوارہ کی حیثیت سے ہے، یہاں اخلاقی انداز اور روحانی روایات کی پرورش ہوئی، مگر اب دنیا کی یہ سب سے بڑی جمہوریت کو اقتدار کی پامالی اور انتشار کا خطرہ لاحق ہوگیا ہے، سیاسی مفادات اور مذہب کے استحصال کے ذریعہ ابھارے گئے جذبات نے سچائیوں کو بے آبرو کردیا ہے، جذبات کے جنون میں حقائق وصداقتوں کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے، جمہوریت کی اساس احترام آدمیت اور مساوات ہیں، جب انسانی خون کی آبرو نہ رہے، کسی نہ کسی بہانہ کسی گروہ یا طبقہ کے خون خرابہ کو ردعمل قرار دیا جائے، قانون کو عوام کے چند گروہ اپنے ہاتھ میں لینے اور شہریوں کے درمیان مذہبی اور نسلی بنیادوں پر فرق قائم کرنے کی کوشش کی ہمت افزائی ہوتی رہے، تو ایسے حالات میں جمہوریت دم توڑنے لگتی ہے، دستوری اداروں، قومی انسانی حقوق کمیشن، الیکشن کمیشن، عدالتوں اور سپریم کورٹ کی توہین کے ذریعہ ان کو بے وقعت کیا جارہا ہے، ہتھیاروں کی تقسیم، دھاری دار اور آتشی اسلحہ کی تربیت کی ایک خاص تنظیم کو کھلی چھوٹ، فرقہ وارانہ اشتعال انگیزی کے آگے حکومت اور قانون کی بے بسی، اشتعال پذیری وتشدد پسندی کو عوام کے ایک طبقہ کا مزاج بنانے کی کوشش، قتل وغارت گری پر ندامت کے بجائے فخر کا احساس- اگر ان کو روکا نہ گیا تو قانون کی عمل داری ختم ہوجائے گی جس کے نتیجہ میں ملک نراج کا شکار ہوجائے گا، صرف مسلمانوں اور دوسری اقلیتیں ہی نہیں، بلکہ ملک اور سب اہل وطن کا عظیم نقصان ہوگا، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ پوری دردمندی کے ساتھ تمام اہل وطن کو آواز دیتا ہے کہ وہ ملک کو بچانے اور دنیا کی اس عظیم جمہوریت کو قائم رکھنے کے لئے کمربستہ ہوجائیں، سطحی جذبات سے بلند ہوکر دیکھیں کہ چند افراد اپنے سیاسی اغراض کی خاطر ملک کو تباہی کے راستہ پر لے جارہے ہیں، ہتھیاروں کی تقسیم اور ان کے استعمال کی تربیت پر روک لگانے کی کوشش کریں، بلالحاظ فرقہ وطبقہ انسانیت کی بنیاد پر بھائی چارگی کو فروغ دیں، تشدد کے رجحان کے خلاف صف آرا ہوں، حق وصداقت، عدل وانصاف اور قانون کے احترام کی قدروں کو پروان چڑھائیں اور اس ملک دوستی کے عمل کو ایک مہم اور تحریک بنانے کی کوشش کریں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس مسلمانانِ ہند پر یہ واضح کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ موجودہ حالات کا وہ عزم وحوصلہ اور فراست ودانشمندی کے ساتھ مقابلہ کریں- ان کے بدخواہ ان کو اشتعال میں لاکر ان کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں، مشتعل ہونے کے بجائے وہ سوچ سمجھ سے کام لیں، یہ یاد رکھیں کہ برادران وطن کی بہت بڑی اکثریت قتل وغارت گری اور خون خرابے سے نفرت کرتی ہے، وہ ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو قائم وبرقرار رکھنا چاہتے ہیں اور عدل وانصاف کی قدر جانتے ہیں، مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں اپنے محلوں میں، دفاتر میں، بازار میں، کارخانوں میں، ساتھ رہنے یا ساتھ کام کرنے والے غیر مسلم برادران وطن سے اپنے سماجی تعلقات کو استوار کریں، ان کے دکھ درد میں شریک ہوں اور انسانی ہمدردی کا اپنے عمل کے ذریعہ مظاہرہ کریں، یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ رویہ اس وقت موثر ہوگا جب کہ مسلمان اپنے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں، وہ ہمیشہ سچ بولیں، دھوکہ نہ دیں، امانت دار بنیں اور دیانت داری ان کی خصوصیت بن جائے، اور مخلوق خدا کی خدمت کی راہ اپنالیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اسلامیانِ ہند سے یہ بھی کہنا چاہتا ہے کہ وہ مصائب سے نہ گھبرائیں، پورے یقین کے ساتھ دین پر جمے رہیں، اسلام پر کئے جانے والے بے بنیاد اعتراضات کا سلیقہ کے ساتھ مگر بے لاگ جواب دیں، ان حالات نے موقعہ فراہم کیا ہے کہ اہل وطن پر اسلام کی حقانیت، اس کی انسانیت نوازی اور اسلامی تعلیمات میں عدل وانصاف کی کارفرمائی، کو پیش کریں، اس کام کے لئے اپنی صلاحیتوں کو اُجاگر کریں اور سخت محنت سے پیچھے نہ ہٹیں، شریعت اسلامی اس دین مبین کا اٹوٹ جز ہے، اس کو مضبوطی سے تھامے رہیں اور اللہ رب العزت پر مستحکم ایمان کے ساتھ جہد مسلسل کے لئے کمربستہ ہوں تو انشاء اللہ بدلیاں چھٹیں گی، تاریکی دور ہوگی، اور امیدیں کرنیں ضوفشاں ہوں گی۔ ☆

قندر مکرر
تعمیر حیات ۴۰ برس پہلے

وقت یا تلوار.....!

ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی

اس عالم فانی میں انسان کے لئے وقت ایک ایسی متاع بیش بہا ہے جو ہاتھ سے نکل جانے کے بعد کسی قیمت کے عوض واپس نہیں لائی جاسکتی، دنیا کی نایاب سے نایاب شئی ملنے کی توقع ہر وقت کی جاسکتی ہے اور بڑے سے بڑے نقصان کی تلافی کا امکان موجود ہے، لیکن وقت انسان کی وہ کنجی ہے جو کھو جانے پر پھر واپس نہیں مل سکی، اور زندگی کا قفل پھر ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتا ہے، اسی لئے وقت کو انسان کی سب سے اہم ترین اور قیمتی متاع بتایا گیا ہے اور ہر دور کے عقلمند انسانوں نے اس کی قدر کی ہے اور اس کی حفاظت کا مکمل انتظام کیا ہے۔

آپ اپنی زندگی کی تاریخ پر نظر ڈالئے اور اس وقت کا احساس کیجئے جب سے آپ نے زندگی کا سفر شروع کیا ہے اور دنوں بھر مہینوں کو شمار کرنا شروع کیجئے، تو آپ کو اپنے وقت کا حساب لگانے میں ذرا بھی وقت نہیں پیش آئے گی اور ایسا معلوم ہوگا جیسے ابھی ابھی کل ہی کی بات تو ہے، دنیا کی زندگ میں جس طرح یہ احساس پیدا ہوتا ہے، بالکل قیامت کے دن بھی حساب کے موقع پر اسی احساس سے دور چار ہونا پڑے گا قرآن مجید نے اسی حقیقت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ (سورہ یونس)

اور جس دن خدا ان کو جمع کرے گا تو وہ دنیا کی نسبت ایسا خیال کریں گے کہ گویا وہاں گھڑی بھر دن سے زیادہ سے زیادہ رہے ہی نہیں تھے۔

لیکن دنیا کے لوگوں کی حالت کتنی عجیب ہے کہ قضا و قدر ان کو ان کو متنبہ کر رہی ہے، اور وہ اس سے غافل ہیں، ان کی زندگی کی قیمتی ساعت پوری برق رفتاری کے ساتھ گذر رہی ہے، لیکن وہ اس حقیقت سے چشم پوشی کر رہے ہیں۔

اسلام دین رحمت ہے، وہ زندگی کی تنظیم کرتا ہے اور اس کو خوشگوار بنانے کے لئے وہ ایسا نظام مرتب کرتا ہے جو ایک مثالی معاشرہ کو وجود میں لائے جس کی بنیاد اعلیٰ انسانی قدروں پر قائم ہو، لیکن مثالی معاشرہ اسی وقت برپا ہو سکتا ہے، جب اس کا ہر فرد اپنے وقت کی قیمت اور اپنے لمحات کی اہمیت کو بھی سمجھتا ہو، وہ اس اصول سے پوری طرح واقف ہو کہ "الوقت کالسیف، ان لم تقطعه قطعك" (وقت ایک تلوار ہے اگر تم اس سے کاٹنے کا کام نہیں لوگے تو کسی دن وہ تم کو کاٹ دے گی)۔

انسان اپنے وقت کی قیمت پہچاننے اور اس سے کام لے، یہ بھی ایمان اور تقویٰ کی علامت ہے، زمانے کے الٹ پھیر اور لیل و نہار کی گردش سے سبق حاصل کرنا اہل تقویٰ کا شعار ہے، وہ اس سے سبق لے کر اپنے قیمتی وقت کو اس کام میں لگاتے ہیں جو آنے والی زندگی میں ان کی مدد کر سکے۔

اسلام نے عبادات کے اندر بھی وقت کی اہمیت اور ترتیب کا پوری طرح لحاظ رکھا ہے، پنجگانہ نمازوں میں وقت کی ترتیب کس قدر نمایاں ہے، سال میں مقررہ وقت پر روزہ کی عبادت، زکوٰۃ اور حج کی عبادت یہ سب کچھ اس بات کا مظہر ہے کہ اسلام وقت کی قیمت کا کس قدر قائل ہے۔

زندگی کو منظم اور بامقصد بنانے میں وقت کی ترتیب اور اس کے نظام کو بڑا دخل ہے، اسی لئے ایک مسلمان کے نزدیک ہر کام کا ایک وقت اور ہر عمل کی ایک ترتیب ہے۔

انسان اپنی ذمہ داری کو اسی وقت امانت داری کے ساتھ ادا کر سکتا ہے جب وہ وقت کی اہمیت کا پورا احساس رکھتا ہوں، وہ سمجھتا ہو کہ ہر کام کو اس کے مقرر وقت میں انجام دینا خوشگوار زندگی حاصل کرنے اور مثالی معاشرہ قائم کرنے میں سب سے زیادہ معاون ہے۔

وقت کی قیمت کو سمجھنے والے اور اس کی اہمیت کا احساس رکھنے والے ہر زمانہ میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں، خالص مادی نقطۂ نظر سے وقت کی قیمت کو سمجھنے والے بھی مادی حیثیت سے دوسروں کے مقابلہ میں کام ہیں، مادہ پرست قوموں نے بھی جب وقت کی قدر کی اور اس سے پورا فائدہ حاصل کیا تو زندگی کے میدان میں وہ آگے بڑھ کر رہیں، اور اپنی حریف قوموں کے مقابل میں وہ مادی ترقیوں میں اتنی آگے نکل گئیں کہ کوئی ان کے مقابل آنے کی ہمت نہ کر سکا۔

آج بھی دنیا کی جن قوموں نے وقت کی قیمت کو محسوس کر لیا، وہ تیزی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف بڑھنے لگیں، اور انھوں نے ایسے حیرت ناک کارنامے انجام دئے جو اہل زمانہ کی نگاہوں کو خیرہ کرنے کے لئے کافی ہیں۔

مسلمان کا ہر لمحہ اس کے لئے خیر و برکت کا پیغام ہے اور خوشگواری و مسرت کا انعام اگر وہ اس سے مستفید ہو، اور صحیح معنوں میں اس کی قیمت کو سمجھے، اس لئے کہ گذرا ہوا وقت کبھی واپس نہیں آسکتا، اور نہ اس کی تلافی کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

(باقی: صفحہ ۲۲ پر)

روبرو

اسلامی ادب انسانیت نوازی اور خیر پسندی کی قدروں کا امین ہوتا ہے

رابطہ ادب اسلامی کے روح رواں مولانا محمد رابع حسنی ندوی سے ایک انٹرویو

ادھر ندوۃ العلماء میں مولانا ابوالحسن علی صاحب ندویؒ نے اس کو سامنے رکھتے ہوئے عربی زبان کے مختلف ادوار سے ایسے نمونے نکال کر پیش کئے جو ادب اسلامی کے لئے رہنما ثابت ہوتے ہیں، پھر مولانا نے اس کام کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور عرب اُدبا کی تائید سے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ۱۹۸۱ء میں کانفرنس بلائی جس میں اس کام کو وسیع پیمانہ پر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

سوال: رابطہ ادب اسلامی کی تشکیل کے پس پشت کون سے محرکات و عوامل کارفرما تھے، کن مقاصد کے تحت اس کا قیام عمل میں آیا تھا؟ اور اس کا دائرہ کار کیا ہے؟

جواب: ہندوستان اور بلاد عربیہ میں گذشتہ صدی کے وسط میں ترقی پسند ادبی تحریک کا بڑا زور تھا اور اس کا نشانہ عام طور پر مذہبی طرزِ فکر اور طرزِ اسلوب ہوتا تھا اور الحاد کی سرپرستی ہوتی تھی، اُس وقت لوگوں کو اس بات کا احساس ہوا کہ ادب کا اسلام سے جوڑ ہے اور قرآن مجید سے ہم کو فکر حاصل ہوتا ہے چنانچہ متعدد شخصیتوں نے فکر اسلامی کے ساتھ ادب کو جوڑنے کی کوشش کی اور اچھے نمونے چھوڑے یہ نمونے ہمیں مختلف موضوعات کی کتابوں میں لکھے ہوئے ملتے ہیں، اور ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کا بھی مختلف نظریۂ ادب ہے جس میں انسانیت نوازی، خیر پسندی اور ہمدردی کی صفات پائی جاتی ہیں اور اس کے اختیار کردہ اسالیب ادب میں ایسے بہت سے نمونے ملتے ہیں جو ادب کے فنی اصولوں پر منطبق ہوتے ہیں، ان سے کام لیا گیا ہے اور ان سے اب بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور یہ ادبی نمونے وشہ پارے اسلام (جو انسانیت کی فلاح اور بہبود کا اور انسانیت کے لئے خیر طلبی کا مذہب ہے) کے لئے بھی تقویت کا باعث بنتے ہیں، ان کو ابھارنا چاہئے اور ان میں اضافہ کرنا چاہئے۔

اس خیال نے متعدد ادب نواز شخصیتوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اردو کے اولین اُدباء و شعراء میں اسلامی اور دینی جذبہ رکھنے والوں کا خاصا کام بھی رہا ہے جس کو مذہب سے تعلق نہ رکھنے والے اہل ادب بھی مانتے ہیں، بہرحال اسلامی ادب کے نام سے مختلف ادباء نے ادب پیش کیا، ان میں جماعت اسلامی کے ادباء بھی تھے اور دیگر صحیح الخیال ادباء بھی پیدا ہوئے، اِدھر ندوۃ العلماء میں مولانا ابوالحسن علی صاحب ندویؒ نے اس کو سامنے رکھتے ہوئے عربی زبان کے مختلف ادوار سے ایسے نمونے نکال کر پیش کئے جو ادب اسلامی کے لئے رہنما ثابت

> اردو کے اولین اُدباء و شعراء میں اسلامی اور دینی جذبہ رکھنے والوں کا خاصا کام بھی رہا ہے جس کو مذہب سے تعلق نہ رکھنے والے اہل ادب بھی مانتے ہیں۔

ہوتے ہیں، پھر مولانا نے اس کام کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور عرب ادباء کی تائید سے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ۱۹۸۱ء میں کانفرنس بلائی جس میں اس کام کو وسیع پیمانہ پر کرنے کا فیصلہ کیا گیا، اور موجودہ دور کی ضرورت کے لئے ادب اسلامی کے نئے نمونے وجود میں لانے کی ضرورت پر زور دیا، پھر ۵ سال کے بعد دوسری کانفرنس منعقد کی گئی اور اس میں رابطہ ادب اسلامی کی تشکیل ہوئی جس نے گزشتہ بارہ سال میں بین الاقوامی سطح پر کام کو وسعت دی ہے اور عالم عربی کے پانچ ملکوں میں اور برصغیر اور اس کے قرب و جوار میں بھی پانچ ملکوں میں اس کے مراکز قائم ہیں اور الحمدللہ کام ہو رہا ہے۔

سوال: رابطہ ادب اسلامی نے اپنے مقصد کی طرف کس حد تک پیش رفت کی اور ادبی حلقوں اور ان کی سرگرمیوں پر اس تحریک کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

جواب: رابطہ ادب اسلامی نے اپنے مقاصد کی طرف خاصی پیش رفت کی ہے، شروع میں تو ادب اسلامی ہی کی اصطلاح پر اعتراض ہوتا تھا، لیکن بتدریج جب رابطہ ادب اسلامی کا کام سامنے آیا تو اس کے کاموں کو عام طور پر سراہا جانے لگا اور اس کے ساتھ تعاون کیا جانے لگا اور آج تو ادب اسلامی کو ایک تحریک کی سی حیثیت حاصل ہوگئی ہے، جس کو دنیائے اسلام میں مانا اور تسلیم کیا جاتا ہے اور اس کے ارکان اس وقت عالم اسلام کے تقریباً سبھی ملکوں میں پائے جاتے ہیں، جن کے اپنے اپنے علاقے کے دائرہ میں ادبی سیمینار ہوتے ہیں، اور اس میں نئی نئی پیش کشیں اور کاوشیں سامنے

آتی رہتی ہیں، مرکزی دفتر دو ہیں ایک عالم عربی کے لئے اور دوسرا برصغیر اور اس کے قرب وجوار کے لئے۔

سوال: ذرائع ابلاغ کی برق رفتار ترقی کے اس دور میں رابطہ ادب اسلامی کے پیش نظر اپنی آواز کو زیادہ مؤثر بنانے اور دور تک پہنچانے کے لئے کون سا لائحہ عمل ہے؟

جواب: ذرائع ابلاغ کو ادب سے کچھ الگ رکھا جاتا ہے، ادب سے عام طور پر دانشور حضرات دلچسپی لیتے ہیں اور ذرائع ابلاغ کی پہنچ عام عوام تک ہے، رابطۂ ادب اسلامی اس کوچہ میں بھی کام کرنا چاہتا ہے، لیکن اس کے لئے بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے، جو ابھی رابطۂ ادب کے اختیار میں نہیں ہے، پھر بھی رسائل کی

> شروع میں تو ادب اسلامی ہی کی اصطلاح پر اعتراض ہوتا تھا، لیکن بتدریج جب رابطہ ادب اسلامی کا کام سامنے آیا تو اس کے کاموں کو عام طور پر سراہا جانے لگا اور اس کے ساتھ تعاون کیا جانے لگا اور آج تو ادب اسلامی کو ایک تحریک کی سی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔

حد تک کام ہو رہا ہے اور مختلف ملکوں سے ادب اسلامی کے موضوع پر ماہانہ و سہ ماہی پرچے اور Periodicals شائع ہوتے ہیں۔

سوال: مستقبل قریب میں رابطہ ادب اسلامی کے پیش نظر کون سے منصوبے ہیں اور اس کی ترجیحات کیا ہیں؟ اس کو مزید فعال ومؤثر بنانے کے لئے آپ رابطہ کے ذمہ داران وکارکنان کو کیا مشورہ دینا چاہیں گے؟

جواب: اس سلسلہ میں رابطہ ادب اسلامی

بقیہ: مونگیر اعلامیہ.....

کے سامنے ادب اسلامی کی اہمیت اور اثر پذیری کو زیادہ سے زیادہ سامنے لانا ہے اور اس کے کام کے لئے لوگوں کو تیار کرنا ہے تاکہ ادب اسلامی کا جو فائدہ ہے اور جو اس سے کام لیا

> اسلام کا بھی مختلف نظریۂ ادب ہے جس میں انسانیت نوازی، خیر پسندی اور ہمدردی کی صفات پائی جاتی ہیں اور اس کے اختیار کردہ اسالیب ادب میں ایسے بہت سے نمونے ملتے ہیں جو ادب کے فنی اصولوں پر منطبق ہوتے ہیں۔

جاسکتا ہے اس کو وسعت حاصل ہو، ہمارا مشورہ یہ ہے کہ پرانے نمونوں کو سامنے لانے کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور دور جدید کے ذوق اور مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے ادب اسلامی کے نئے کام پیش کرنے چاہئیں، اسلام سے جن اہل ادب کو تعلق ہے وہ اپنے اس تعلق کی بنیاد پر ادب اسلامی کی تحریک کو جو تعاون دے سکتے ہیں، ان کو تعاون دینے کی طرف توجہ کرنا چاہئے، رابطہ کے ذمہ داران اور کارکنان کو ہم اس کی طرف توجہ دلاتے ہیں اس کے سیمیناروں میں زیادہ شرکت کرنا چاہئے اور اس میں اپنے قلم وزبان سے حصہ لینا چاہئے اور اس کی رکنیت بھی اختیار کرنا چاہئے تاکہ زیادہ تعاون حاصل ہوسکے۔

اس مہینہ کی آخری تاریخوں میں بھوپال میں رابطہ ادب اسلامی کا برصغیر کے دائرہ میں سیمینار منعقد ہو رہا ہے، امید ہے کہ اس میں ادب نوازوں کا اچھا اجتماع ہوگا اور مقررہ موضوع پر اچھے مقالات اور ادبی شہ پارے سامنے آئیں گے۔ ☆

(امین الدین شجاع الدین)

ضمیمہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس بابری مسجد کے مسئلہ کے حل کے لئے بورڈ کے سابقہ قراردادوں کا اعادہ کرتے ہوئے اپنے اس موقف کو واضح کردینا ضروری سمجھتا ہے کہ آج کے ماحول میں بورڈ اس سلسلہ میں ہونے والی عدالتی کاروائی اور عدلیہ کے ذریعہ منصفانہ فیصلہ کو ہی اس مسئلہ کے حل کے لئے قابل قبول طریقۂ کار سمجھتا ہے، بورڈ اس سلسلہ میں مرکزی حکومت کے حالیہ موقف کو نہ صرف دستور ہند کے روح کے منافی بلکہ جمہوری وسیکولر قدروں کے بھی خلاف سمجھتا ہے، کیونکہ حکومت نے ایک فریق یعنی وشو ہندو پریشد کے مطالبے کو پورا کرنے کے لئے سپریم کورٹ میں States Que. سے متعلق حکم کو خارج کروانے کے لئے درخواست دے کر موقع کی صورت حال کو تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے، جو کسی بھی طرح حکومت کو زیب نہیں دیتا۔

بورڈ وزیر اعظم کے حالیہ اس بیان پر بھی تشویش وناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے جس میں انھوں نے رام مندر کی تعمیر کی بات کی ہے، اور بابری مسجد کو قطعی نظر انداز کیا ہے، بورڈ یہ محسوس کرتا ہے کہ وزیر اعظم نے رام مندر کی تعمیر کی بات کرکے اپنے کو ایک فریق کا نمائندہ ظاہر کیا ہے، یہ بات وزیر اعظم کے عہدہ کے شایان شان نہیں ہے، اور ملک کے سیکولر کردار کے خلاف ہے۔ (ظفر یاب جیلانی)

''ہزارہ سوم''

اور تیسری عالمی جنگ کے اندیشے

تحریر: عبدالعزیز مصطفیٰ کامل ——— ترجمانی: مولانا سید سلمان الحسینی ندوی

کیا ہم آخری دور کے دن گذار رہے ہیں، اختتام دنیا کے پہلے کے ایام؟ اور کیا یہ صحیح ہے کہ ایک تیسری عالمی جنگ نئی صدی کی ابتدا کے قریب آگئی ہے جو قیامت کی علامتوں میں سے ایک نمایاں علامت ہوگی۔

ہم مسلمان کہتے ہیں کہ علم حقیقی اللہ کے پاس ہے، "لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہ" آسمانوں اور زمین میں غیب کا جاننے والا صرف اللہ ہے۔

قیامت کی بڑی علامات بھی ہیں اور وہی جانتا ہے کہ کب وہ شروع ہوں گی، تعیین اور قطعیت ، غیب کے بارے میں بے جا جرأت ہے جس سے ہم اپنی برأت کرتے ہیں، "عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ۔" "اس کا علم میرے رب کے پاس ہے، اپنے وقت پر وہی اس کو ظاہر کرے گا۔"

جہاں تک اس کی چھوٹی علامتوں کے ہمارے دور میں موجود ہونے کا تعلق ہے تو یہ بات ظن غالب یا مغلوب کے درمیان ہے۔

لیکن نصرانی گروہوں میں عالی وسرکش قطعیت کے ساتھ عقیدہ رکھتے ہیں اور پورے حزم وجزم کے ساتھ ان "آخری دنوں" کے لئے وہ کوشاں ہیں جن کا واسطہ وہ "ہزارہ سوم" سے قائم کرتے ہیں، جس کے بارے میں ان کو توقع ہے کہ اس میں "عوام" کے دنوں کا اختتام ہوگا تاکہ "خواص" نجات کے لئے آنے والے مسیح کے "پیروکار" کا زمانہ شروع ہو۔

ہم مسلمانوں کو ان کے اعتقادی حزم وجزم سے صرف اتنا سروکار ہے کہ وہ کہیں ان "آخری ایام" (۱) کی تیاریوں سے ایسی پالیسیاں اور اقدامات نہ اختیار کریں جو ہمارے لئے مضر ہوں۔

موجودہ عیسوی صدی کے آغاز سے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ آخری دنوں کی علامتوں میں کئی علامات کی تیاریوں میں کامیاب ہوچکے ہیں، جن میں سرفہرست سب سے پہلی اور نمایاں علامت بیت المقدس کی طرف یہودیوں کی بازگشت ہے، ان کے حسب اعتقاد اس کے بعد کئی علامتیں اور ہیں، جن کو وجود میں لانے کے لئے وہ سرگرم عمل ہیں۔

ہم گذشتہ فصلوں میں پڑھ چکے ہیں کہ وہ مسجد الاقصیٰ کو منہدم کرنے، ہیکل کی تعمیر کرنے، سرخ گائے کے ظہور کا اعلان کرنے، اور شہر قدس میں متشدد مذہبی لوگوں کے بسانے کے لئے کس قدر کوشاں رہے ہیں۔

ایک علامت اور باقی ہے جس کو ان کے اعتقادی ماخذ بہت نمایاں طور پر پیش کرتے ہیں

> ان کے نزدیک "آخری ایام" میں (اسرائیل) کے سبب سے اور اس کے دوستوں کے باتھوں، اسرائیل کی سرزمین پر اور اسرائیل کے لئے ایک جنگ ہوگی۔

اور ان کا عقیدہ ہے کہ جب آخری ایام پے بہ پے شروع ہوجائیں گے تو قطعی طور پر اس کا بھی ظہور ہوگا، اس کا ظہور اس "قیامت صغریٰ" کی شکل میں ہوگا جو "قیامت کبریٰ" کی راہ ہموار کرے گی، یہ ایک ایسی تخریب کار مہلک جنگ کی شکل میں ہوگی جس میں روئے زمین کی بڑی آبادی تباہ وبرباد ہوجائے گی، ان کے نزدیک "آخری ایام" میں (اسرائیل) کے سبب سے اور اس کے دوستوں کے ہاتھوں، اسرائیل کی سرزمین پر اور اسرائیل کے لئے ایک جنگ ہوگی۔

ان کی تورات کہتی ہے:

"آخری ایام میں جب اسرائیل کے لوگ ہر طرف سے اکٹھا ہوجائیں گے تو وہ ایک حادثہ کا سبب بنیں گے۔"

مزید تورات میں ہے:

"بہت دنوں کے بعد، آخری ایام میں اسرائیل کے پہاڑوں سے بہت سے لوگ اس سرزمین کی طرف آئیں گے جو تلوار سے حاصل کی جائے گی وہ ایک طوفان کی طرح آئیں گے، اور تم بادل کی طرح زمین پر چھاجاؤ گے، اور تمہارے تمام لشکر اور تمہارے ساتھ بہت سی قومیں۔"

یہ بڑے اور اسرائیل کے دشمن لشکر اور ان کی حلیف فوجیں تورات میں "جوج وماجوج" کے نام سے ذکر کی گئی ہیں۔

تورات کا بیان ہے کہ وہ آخری ایام میں سے کسی دن پورب کی سمت سے مقدس سرزمین کی طرف آئیں گے۔

"اسرائیل کی زمین پر "جوج" کی آمد کے دن" آقا رب" کہے گا: "میرا غصہ چڑھ رہا ہے، میرے غصہ کی آگ میں میری غیرت ہے، میں نے کہہ دیا کہ اسرائیل کی سرزمین پر اس دن عظیم زلزلہ برپا ہوگا اور میرے سامنے سمندر کی مچھلیاں، فضا کے پرندے اور جنگل کے جانور اور زمین پر رینگنے والے جاندار اور روئے زمین کے تمام

انسان لرزیں گے، پہاڑ ٹوٹ جائیں گے، قلعے گر جائیں گے اور ساری فصیلیں زمین پر آرہی ہوں گی اور میں اپنے تمام پہاڑوں میں تلوار طلب کروں گا" ربّ کہتا ہے "ہر بھائی کی تلوار اس کے بھائی کی گردن پر ہوگی، اور میں اسے وباء اور خون کی سزا دوں گا، اور میں اس پر اور اس کے لشکر پر اور ان بہت سی قوموں پر جو اس کے ساتھ ہوں گی، تیز وتند بارش بھیجوں گا۔ اور اولے کے پتھر برساؤں گا اور آگ اور گندھک برساؤں گا۔ (۲)

تلمود میں۔ جو تورات کی یہودی تشریح ہے۔ آیا ہے کہ "آخری ایام" میں ایسے حادثات پیش آئیں گے جن کا محور یہودی ہوں گے، تلمود میں کہا گیا ہے:

"یہودیوں کی آخری حکومت سے پہلے قوموں میں ایک جنگ ناگزیر ہے، جس کے

> تلمود میں کہا گیا ہے: "یہودیوں کی آخری حکومت سے پہلے قوموں میں ایک جنگ ناگزیر ہے، جس کے دوران دنیا کی دو تہائی آبادی ہلاک ہوجائے گی، اور سات سال تک وہ ان ہتھیاروں کو جن کو فتح کے بعد انھوں نے حاصل کیا ہوگا، جلاتے رہیں گے۔"

دوران دنیا کی دو تہائی آبادی ہلاک ہوجائے گی، اور سات سال تک وہ ان ہتھیاروں کو جن کو فتح کے بعد انھوں نے حاصل کیا ہوگا، جلاتے رہیں گے۔"

یہاں تک کہ "پروٹوکول"۔ جن کو قریبی دور میں ہی تیار کیا گیا ہے، میں بھی یہ صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔

ہم انبیاء کی شریعت میں پڑھتے ہیں کہ ہمارا اللہ کی طرف سے روئے زمین پر حکومت کے لئے انتخاب ہوا ہے، اللہ نے ہم کو اس کام کے انجام دینے کے لئے زبردست ذہانت دی ہے، اگر ہمارے دشمنوں کے لشکر میں کوئی ذہین اور جینیس ہوگا، تو وہ ہم سے جنگ کرے گا، لیکن نیا آنے والا ہمارے ہاتھوں جیسے اصل طاقت والے ہاتھوں کا مد مقابل نہ ہوسکے گا، آخری جنگ ہمارے درمیان ایک مغلوبی طرز کی جنگ ہوگی، جس کی مثال دنیا نے نہ دیکھی ہوگی، اور ان کے ذہین لوگوں کے لئے وقت میں بہت دیر ہوچکی ہوگی۔

یہودی مآخذ آخری ایام کی جنگ ومعرکہ آرائی کے بارے میں تو یہ کہتے ہیں، جہاں تک عیسائیوں کا تعلق ہے تو ان کی انجیل اس معرکہ کی مزید تفصیلات بیان کرتی ہے، بلکہ یہودی مآخذ سے آگے بڑھ کر وہ اس جگہ کا تعین بھی کرتی ہے، جہاں یہ جنگ ہوگی، وہ فلسطین میں (مجدّو) کا میدان ہوگا، جہاں مسیح کی دوسری آمد کے وقت تاریخ کا سب سے سنگین معرکہ پیش آئے گا۔

کتاب خواب کے اصحاح ۱۶/۱۵ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی اپنے اچانک تشریف لانے کے وقت کے بارے میں نقل کیا گیا ہے۔

"دیکھو میں ایک چور کی طرح آؤں گا، بہتر ہوگا اس کے لئے جو بیدار رہے گا اور اپنے کپڑے محفوظ رکھے گا تاکہ وہ عریاں نہ چلے کہ لوگ اس کی برہنگی دیکھیں، وہ انہیں اس جگہ اکٹھا کرے گا جسے عبرانی میں "ہرمجدّون" کہتے ہیں۔"

غرضیکہ یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان اس معرکہ کے وقوع کا یقین مشترک ہے، یہودی اس پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی نجات اس کے بعد ہوگی، لیکن یہ "نجات" دونوں گمراہ قوموں کے نزدیک اس وقت تک، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، حاصل نہ ہوگی جب تک اس تباہ کن عالمی جنگ "ھرمجدّون" میں روئے زمین کے اکثر باشندے ہلاک نہ ہوجائیں۔

"ہرمجدون" اصلاً عبرانی لفظ ہے، اس کے حرفی معنی "مجید وپہاڑ" کے ہیں "ہار" عبرانی میں پہاڑ کو کہتے ہیں اس کو وادی کے نام کی طرف منسوب کیا جائے تو "ہارمجدو" ہوجاتا ہے، جس کو قدیم نصوص میں مدغم کرکے "ھرمجدو" کردیا گیا ہے۔ "مجدو" کا علاقہ تل ابیب سے (۵۵) میل دور ہے، یہ مشرقی حیفا سے (۲۰) میل دوری پر ہے، اور بحر متوسط سے (۱۵) میل کی دوری پر۔

قدیم عقائد میں اس علاقہ کے بارے میں یہ مانا جاتا تھا کہ قدیم فاتحین یقین رکھتے تھے کہ جو کمانڈر اس پر قابض ہوجائے وہ اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر خواہ ان کی تعداد کتنی ہی ہو، جم سکتا ہے، اور فتح حاصل کرسکتا ہے۔

یہودی اور عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بیس کروڑ فوجیوں پر مشتمل لشکر مجدو کے علاقہ میں اس آخری جنگ میں حصہ لینے کے لئے آئیں گے، ان کی کتابوں کے اقتباسات بتاتے ہیں کہ اس معرکہ میں تمام قومیں اُلجھ جائیں گی یعنی یہ عالمی جنگ ہوگی، لیکن اولاً اس کی آگ شرقِ اوسط اور بالخصوص فلسطین میں لگے گی۔

> یہودی اور عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بیس کروڑ فوجیوں پر مشتمل لشکر، مجدو کے علاقہ میں اس آخری جنگ میں حصہ لینے کے لئے آئیں گے، ان کی کتابوں کے اقتباسات بتاتے ہیں کہ اس معرکہ میں تمام قومیں اُلجھ جائیں گی یعنی یہ عالمی جنگ ہوگی، لیکن اولاً اس کی آگ شرقِ اوسط اور بالخصوص فلسطین میں لگے گی۔

عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ جنگ سات سال چلے گی، یہ مدت اس کے لئے کافی ہوگی کہ یہودی دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ مسیح کے دشمنوں سے کیسے انتقام لیتا ہے، جس سے ان کو ان کی صداقت پر یقین آجائے گا اور انجیل کے مطابق ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ سات مہینے ایسے گذریں گے کہ

(اسرائیلی گھرانہ) مرنے والوں کو دفن کرکے زمین کو ان سے صاف کردے۔

انگلیکان عیسائیوں یا صہیونی عیسائیوں کا گروہ۔ جس کا اثر ونفوذ امریکہ میں روز افزوں ہے، "ھرمجدون" اور عیسیٰ مسیح کی دوسری آمد کے عقیدہ سے سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہے۔

انگلیکان اور آخری نسل:

تورات وانجیل میں تحریف کا صدیوں سے ارتکاب کرنے والی نسلوں کے بعد ان تخریب کاروں کی وہ نسل آئی ہے جو دعویٰ کرتی ہے کہ وہ اختتام کی نسل ہے جو "تاریخ کی انتہا" دیکھے گی، ان کی نمائندگی اصلاً امریکہ، برطانیہ اور کناڈا کی انگلیکان جماعتیں کرتی ہیں، جن کی تعداد صرف امریکہ میں نو کروڑ ہے، غالباً شیطان کو دنیا میں اپنے پیروکاروں میں غالی متشدد پروٹسٹنٹ انگلیکان عیسائیوں سے زیادہ اطاعت شعار کوئی گروہ نہیں ملا ہوگا، جو تورات اور انجیل پر حرفاً حرفاً عمل کے مدعی ہیں، جو دنیا کے وجود کی آخری فصل تیار کرنے میں لگے ہوئے ہیں، "ہرمجدّون" یا (نیوکلیائی ہولوکوسٹ) یا تیسری عالمی جنگ ہی وہ طے شدہ منتظر عالمی معرکہ ہے، جس کے حتمی طور پر وقوع پذیر ہونے کا انگلیکان عیسائیوں کو یقین کامل ہے، اسی لئے وہ یوروپ میں اس کی تشہیر بڑے وسیع پیمانہ پر کررہے ہیں، انھوں نے اس سلسلہ میں سابق صدر امریکہ ریگن کو بھی مطمئن کردیا تھا، یہاں تک کہ ان کے متعدد بیانات شائع ہوتے رہے جو اس نسل کے اختتام سے پہلے اس معرکہ کے وقوع کی قطعیت پر ان کے یقین کے غماز تھے۔

"سان ریگو" میگزین میں اگست ۱۹۸۵ء میں "جیمس ملز" کا ایک مقالہ شائع ہوا تھا جو کیلی فورنیا صوبہ کی اسمبلی کے صدر تھے، جس میں انھوں نے کہا تھا: کہ ریگن نے ان سے ایک عشائیہ میں کہا تھا کہ: "مجدو معرکہ سے پہلے کے دور کے متعلق جتنی پیشین گوئیاں تھیں سب پوری ہوچکیں اور کتاب حزقیل کی ۳۸ ویں فصل کہتی ہے کہ اللہ اسرائیل کو کافروں کے بیچ سے جبکہ وہ بکھرے ہوں گے، لے لیگا، پھر وہ وعدہ کی سرزمین پر ان کی شیرازہ بندی کرے گا۔"

یہ بات تقریباً دو ہزار سال کے بعد پوری ہوگئی، تاریخ میں اب پہلی مرتبہ "مجدو" معرکہ اور مسیح کی دوسری آمد کے لئے ہر چیز تیار ہے۔

جوں جوں ہزارہ سوم کی آمد قریب ہوتی جارہی ہے، تیسری عالمی جنگ کی چیخ وپکار بڑھتی

> جوں جوں ہزارہ سوم کی آمد قریب ہوتی جارہی ہے، تیسری عالمی جنگ کی چیخ وپکار بڑھتی جارہی ہے، قریب کے سالوں میں کئی کتابیں اس جنگ کے سلسلہ میں شائع ہوئیں، بعض کتابوں کو بہت شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی۔

جارہی ہے، قریب کے سالوں میں کئی کتابیں اس جنگ کے سلسلہ میں شائع ہوئیں، بعض کتابوں کو بہت شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی، جیسے "آخری زمانہ کا ڈرامہ" جو "اوٹرال لو برٹس" کی تصنیف ہے، اور جس کے لاکھوں نسخے فروخت ہوئے، اسی طرح کتاب "زمینی گلوب وہ عظیم مسافر" ہال لنڈسی کی تالیف جس کو ایک کروڑ اسی لاکھ کی تعداد میں فروخت کیا گیا، جلد ہی ایک اور کتاب اسی طرز کی شائع ہوئی ہے، جس کا نام ہے "دنیا کے خاتمہ کے راز" اس کو کئی مصنفین نے مرتب کیا ہے، جس میں فرانسیسی ڈاکٹر لرجان بیر جو سیمالوجیکل انتھروپولوجی کے اسپیشلسٹ ہیں، اور انگریز ڈاکٹر ڈیوڈ جو معلومات عامہ کے ماہر ہیں، اور یونانی ڈاکٹر ڈیمیٹری لسانیات کے ماہر اور اسرائیلی خاتون ڈاکٹر میریام الٰہیات میں پی، ایچ ڈی، ہیں۔

انھوں نے انجیل کی کتاب یوحنا سے اپنی کتاب کا اصل مواد حاصل کیا ہے، کتاب کے مقدمہ میں کہا گیا ہے:

"ہمارا تمدن ایک مرتبہ پھر ایک تیسری عالمی جنگ کی بھینٹ چڑھے گا، جو زیادہ طویل نہیں ہوگی، کیونکہ موجودہ اسلحہ نیوکلیائی ہیں، یہ جنگ "جوج ماجوج" جن کی نمائندگی چین کرتا ہے، بھڑکائیں گے جس کے پاس نیوکلیائی ہیڈز ہیں جن کا رخ یورپ کی طرف ہے۔

توقع کی جاتی ہے کہ اس کتاب کو سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوگی۔"

اسی کے ساتھ یورپ میں ہر ایک وقفہ کے بعد سنیما خوفناک فلمیں دکھاتا رہتا ہے، تاکہ ذہنوں میں تیسری عالمی جنگ چھڑنے پر ہولناکیوں اور تباہ کاریوں کا تصور پیدا ہوسکے، ایک فلم "نیوکلیائی سرد موسم" کے نام سے نوے کی دہائی میں دکھائی گئی تھی، جس نے بڑے پیمانہ پر دہشت پیدا کردی تھی، نوے کی دہائی کے آخر میں امریکن اخبار "نیوز

> اسی کے ساتھ یورپ میں ہر ایک وقفہ کے بعد سنیما خوفناک فلمیں دکھاتا رہتا ہے، تاکہ ذہنوں میں تیسری عالمی جنگ چھڑنے پر ہولناکیوں اور تباہ کاریوں کا تصور پیدا ہوسکے، ایک فلم "نیوکلیائی سرد موسم" کے نام سے نوے کی دہائی میں دکھائی گئی تھی،

ویک" مئی ۱۹۹۹ء نے یہ خبر شائع کردی تھی کہ امریکہ کے سنیما گھروں نے ایک فلم دکھانی شروع کی ہے، جسے "صدی کی فلم" قرار دیا گیا ہے، اور جس کا نام ہے "مہیب سایہ۔ بیسویں صدی کے اختتام کی علامت" اخبار میں بتایا گیا تھا کہ اس فلم کا بجٹ گیارہ کروڑ پچاس لاکھ امریکن ڈالر ہوگا، اخبار کا اندازہ تھا کہ یہ فلم سنیما کی تاریخ میں ایسی گونج پیدا کرے گی جس کی کوئی مثال نہیں ہے،

رائے عامہ کا ایک جائزہ امریکن ٹائمز میں فلم دکھانے سے پہلے شائع ہوا تھا، جس میں کہا گیا تھا کہ ۳۳٪ امریکی قوم یعنی تقریباً آٹھ کروڑ تیس لاکھ افراد اس فلم کو دیکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

(دیکھئے اخبار الکلیج ۲۳/۵/۱۹۹۹ء)

ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ امریکہ کے مذہبی جنون کے پیچھے کیا ذرائع ابلاغ کا یہی زبردست پروپگنڈہ ہے، یہ ان کا مذہبی جنون ہی ذرائع ابلاغ کے اس جنون کا سبب ہے!

بہر حال پروٹسٹنٹ انگلیکان جو اپنے لئے ''صہیونی مسیحی کنفیڈریشن'' کا نام تجویز کرتے ہیں، کے افراد امریکہ میں اس وقت ایک زبردست مذہبی تحریک کی قیادت کررہے ہیں، اور اب وہ سیاست میں صرف مداخلت پر ہی بس نہیں کرتے، بلکہ اس کو اپنی رہنمائی میں چلانا چاہتے ہیں، اور اس کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے ہیں، یاد رہے کہ اس لہر نے ۱۹۹۴ء میں امریکی کانگریس کا انتخاب کیا اور ریپبلیکن پارٹی کے مفاد میں وہ کانگریس کی اکثریت پر غالب رہی، اور جب اس پارٹی نے ان کے پروگرام کے مکمل نفاذ میں ٹال مٹول کی تو ان کے مضبوط بلاک نے (عیسائی فیڈریشن) کے نام سے سخت احتجاج کیا اور پارٹی کو دھمکی دی کہ آئندہ انتخابات میں وہ ان کی تائید حاصل نہ کرسکیں گی، اس دھمکی کے سامنے پارٹی نے گھٹنے ٹیک دیئے، جس کی بنا پر اس نے اپنی دھمکی واپس لے لی، اور پارٹی کا ساتھ دینے کا یہ نتیجہ ہوا کہ نومبر ۱۹۹۸ء کے انتخابات میں ری پبلیکن زبردست اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ کیونکہ ''صہیونی مسیحی کنفڈریشن'' نے ان کی پرزور تائید کی تھی، اب پھر یہ کنفیڈریشن پارٹی کو دھمکا رہا ہے کہ ۲۰۰۰ء کے انتخابات میں اگر پارٹی نے ان کے منصوبہ و پروگرام کو نافذ نہ کیا تو ان کے خلاف ووٹ دیئے جائیں گے بلکہ ایک لیڈر نے تو یہاں تک دھمکی دی کہ اگر بنیاد پرستوں کے اصلاحی پروگراموں کو چھوڑا گیا تو آئندہ پارٹی کی سیاسی موت ہوجائے گی۔

عیسائی فیڈریشن — ظاہر ہے کہ ۲۰۰۰ء کے الیکشن کا موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دے گا، (۴) لہذا عیسائی فیڈریشن کے صدر باٹ روبٹسن نے الیکشن کے ہنگامہ سے بہت پہلے اکیسویں صدی کے الیکشن پر جو ہزارہ سوم کی پہلی حکومت بنانے کا ذریعہ ہوں گے، امریکا کے بنیاد پرستوں کے غلبہ کے لئے زبردست مہم چھیڑ دی ہے، باٹ روبٹسن نے ۱۹۸۸ء کے ریپبلکین پارٹی کے انتخابات کی مہم کی قیادت کی تھی، وہ ذاتی طور پر ریگن اور بش کے دوست ہیں، بلکہ بنیاد پرستوں کے گروپ نے ہی جس کی قیادت روبٹسن کرتے ہیں، دنیا کے سب سے بڑے اور طاقتور ملک کی صدارت کے لئے ریگن کا انتخاب کرایا، یہ فیڈریشن ان کے بعد بش کی تائید میں بہت سرگرم تھا۔ جب وہ الیکشن آئے جس میں ڈیموکریٹک پارٹی کے امیدوار کلنٹن کی جیت ہوئی تو ان کے حریف ''پاپ ڈول'' تھے جو ری پبلیکن پارٹی کے امیدوار تھے، لیکن کیونکہ ڈول کو انگلیکان بنیاد پرستوں کی تائید حاصل نہ ہوسکی اس لئے وہ ناکام ہوئے اور کلنٹن آگئے، جنھوں نے باوجود ڈیموکریٹ ہونے کے اسرائیل کی تائید کے معاملہ میں یہ ثابت کیا کہ وہ بنیاد پرستوں سے بھی زیادہ بڑے بنیاد پرست ہیں۔ (جاری)

(۱) عبرانی اصطلاح میں آخری ایام (احریت ایامیم) سے مراد وہ آخری دور ہے جو ''یوم حدین'' یعنی یوم الدین جزاء وسزا کے دن کی تمہید ہے۔

(۲) دیکھئے کتاب حزقیل اصحاح ۔۸۸۔

(۳) دیکھئے پروٹوکول ترجمہ خلیفہ تونسی، پروٹوکول نمبر ۵ ص ۱۲۳۔

(۴) خیال رہے کہ کتاب ۱۹۹۹ء میں لکھی گئی تھی

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر دن کے شروع ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی یہ اعلان کرتا ہے کہ اے ابن آدم میں ایک نئی مخلوق ہوں اور تمہارے اعمال پر گواہ ہوں، اس لئے تم کو جو عمل صالح کرنا ہو کرلو، ورنہ یاد رکھو میں دوبارہ واپس نہیں آسکتا، قرآن مجید نے بھی اس حقیقت کی طرح رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا۔ (سورۂ فرقان)

''ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا اس شخص کے لئے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر گزار بننا چاہے۔''

قوموں کی ترقی کا راز وقت کی ترتیب تنظیم میں جس حد تک مضمر ہے کسی اور چیز میں نہیں، تاریخ کی بڑی بڑی شخصیتیں وقت کی قیمت پہچاننے کے بعد ہی اس منزل پر پہنچی جہاں سے انھوں نے ایسے کارہائے نمایاں انجام دئے جو تاریخ کے صفحات پر نقش ہیں۔

آج بھی اور ہر زمانہ میں تاریخ کا ہیرو، قوموں کا قائد اور مثالی شخص وہی شخص بن سکتا ہے جو اپنے وقت کی قدر پہچان کر اس سے پوری طرح مستفید ہوسکے۔

انسان کی عمر اس کا سب سے عظیم سرمایہ ہے، قیامت کے دن جن چار باتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سوال کرے گا ان میں سب سے مقدم یہی سوال ہوگا کہ اس نے اپنی عمر کس چیز میں گذاری، حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کسی بندہ کا قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکتا جب تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے، عمر کے بارے میں کہ اس کو کس مشغلہ میں گذارا، جوانی کے بارے میں کہ اس کو کس کام میں لگایا، مال کے بارے میں اس کو کہاں سے کمایا اور کس جگہ صرف کیا، علم کے بارے میں کہ اس کے مطابق کہاں تک عمل کیا۔

ترکی میں اسلامی بیداری —— اندیشے اور امیدیں

﴿گذشتہ سے پیوستہ﴾

● مولانا نذر الحفیظ ندوی

اوزال کی وفات سے ان دعوتی سرگرمیوں کو نقصان نہیں پہونچا جو اوزال کے دور میں شروع کی گئی تھیں اس لئے کہ نجم الدین اربکان کی رفاہ پارٹی نے اپنی شناخت قائم کرلی تھی، انھوں نے اکتوبر ۱۹۸۷ء میں پارٹی کی صدارت سنبھالی اور یہ نعرہ دیا کہ ان کی پارٹی عادلانہ نظام قائم کرے گی، انھوں نے کمالیوں خصوصاً ترک فوجیوں کی ناراضگی سے بچنے کے لئے قصداً یہ اصطلاح استعمال کی تھی اور یہ کہا تھا کہ اس کی بنیاد حق پر ہے نہ کہ قوت پر، اس عادلانہ نظام میں ایک جزیہ بھی ہے کہ ترکی پر جو سیکولرزم مسلط کیا گیا ہے وہ یورپی ملکوں کے سیکولرزم سے قطعی مختلف ہے، مغربی ملکوں میں سیاست اور دین کو الگ الگ رکھا گیا ہے، یعنی وہاں نہ تو کلیسا سیاسی معاملات میں مداخلت کرتا ہے اور نہ ہی سیاستدانوں اور حکومت کی طرف سے عوام کے دینی معاملات میں مداخلت کی جاتی ہے، لیکن اس کے برعکس قوانین اور دستور کو ذریعہ بنا کر ترکی میں سیکولرزم کے نام سے دینی معاملات میں مداخلت کی جاتی ہے اور اس کو یہ بھی حق نہیں دیا جاتا کہ وہ اپنے پسند کے مطابق لباس تک پہن سکے۔ اربکان کہتے ہیں کہ ہمیں یہ فراموش نہ کرنا چاہیے کہ جمہوریت ذریعہ ہے مقصد نہیں، مقصد تو یہ ہے کہ جمہوریت کے ذریعہ عادلانہ نظام قائم کیا جائے، لیکن اگر جمہوریت کے نام پر ظلم وسفاکی ہونے لگے تو پھر اس جمہوریت اور اس کے نام کی کوئی قیمت نہیں۔

ملک کی اقتصادی اور معاشی صورت حال کی اصلاح کا نظریہ پیش کرتے ہوئے اربکان کہتے ہیں کہ اس عادلانہ نظام میں سود کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی ظالمانہ ٹیکس کی اور نہ ڈارفٹ جائز ہے، حکومت ایسا نظام بنائے کہ بغیر سود کے قرض فراہم کرے تاکہ ہر شہری کو معاشی ترقی اور خوش حالی کا موقع ملے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بیکاری ختم ہوجائے قیمتیں کم ہوجائیں گی، برآمدات میں اضافہ اور ملکی پیداوار تین گنا ہوجائے گی۔

خارجہ پالیسی کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے پروگرام میں مسلم ممالک کا اقوام متحدہ، مشترکہ اسلامی تجارتی منڈی، مشترکہ دفاعی نظام اور مشترکہ تعلیمی اور اقتصادی نظام کا قیام ہے۔

مندرجہ بالا بنیادوں پر رفاہ نے ۱۹۸۴ء میں سب سے پہلے الیکشن میں حصہ لیا تو اس کو صرف ۴-۴٪ ووٹ ملے۔ ۱۹۸۷ء کے انتخابات میں یہ تناسب بڑھ کر ۳-۷٪ بڑھ گیا، ۱۹۸۹ء میں کارپوریشنوں اور بلدیاتی انتخابات میں ۸-۹٪ ووٹ ملے، ۱۹۹۱ء کے الیکشن میں نیشنل اور ڈیموکریٹک پارٹی نے مقدس معاہدہ کے نام سے رفاہ سے معاہدہ کیا اس میں رفاہ کے چالیس ممبران پارلیمنٹ میں پہونچے۔

مارچ ۱۹۹۴ء میں بلدیہ کے انتخابات میں رفاہ کو ۷-۱۹٪ ووٹ ملے، اس طرح وہ تیسرے نمبر پر رہی، استنبول اور انقرہ جیسے مرکزی شہروں کے میئر رفاہ پارٹی کے ہوئے، ان کے علاوہ چار بڑے شہروں، ۲۲ صوبوں کی راجدھانیوں کی میونسپلٹی اور ۲۰۳ قصبات اور دیہاتوں میں بھی چیئرمین رفاہ پارٹی کے ہوئے۔

رفاہ کو سب سے بڑی کامیابی پہلی بار اس پارلیمانی انتخابات میں ہوئی جو ۲۴/ مارچ ۱۹۹۵ء میں ہوئے تھے، اس میں اس کو ۱۵۸ سیٹ ملی، مسعود یلماظ اور تانسو چلر اور اربکان کی پارٹیوں کے درمیان مشترکہ معاہدہ کے تحت جو حکومت بنی اس میں تانسو چلر وزیر اعظم بنیں، لیکن ۶/ جون ۱۹۹۶ء کو جب انھوں نے استعفیٰ دے دیا تو اربکان وزیر اعظم بنائے گئے، اس طرح جدید ترکی کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا جب ایک اسلام پسند پارٹی نے عام الیکشن میں حصہ لے کر کامیابی حاصل کی اور اس کا وزیر اعظم بھی بنا، جب اتاترک کے ماننے والوں نے تانسو چلر پر تنقید کی کہ اس نے کیوں ایک رجعت پسند پارٹی سے سمجھوتہ کرلیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے نہیں ترک عوام نے اربکان کو حکومت دی ہے۔

عرب ممالک کی دینی جماعتوں اور اسلامی تنظیموں کی طرح رفاہ کوئی اصولی یا سلفی جماعت نہیں جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ ۱۹۹۶ء کے ایک جائزہ کے مطابق رفاہ کو جن لوگوں نے ووٹ دیا وہ اپنے کو سیکولر کہتے ہیں ان کا تناسب ۳۱٪ تھا، یہ بات قابل ذکر ہے کہ عرب ممالک کی دینی جماعتوں کے برعکس رفاہ نے شریعت کی تطبیق کو اولیت نہیں دی ہے اور نہ ہی اس نعرہ کو اس نے اپنے الیکشن کا منشور بنایا ہے بلکہ اس کے نزدیک جمہوریت کے بنیادی اصول ہیں اور فرد کی آزادی ترک قوم کی گھٹی میں پڑی ہے، اس لئے رفاہ نے سیاسی محاذ پر صرف اس نکتہ پر زور دیا کہ ترک معاشرہ کی بنیادی خصوصیات روایتی اخلاق اور سماجی انصاف کو عام ہونا چاہیے، اور ہمیں مغرب کی اندھی تقلید سے گریز کرنا چاہیئے، یہ بات نہیں ہے کہ رفاہ پارٹی نے اسلام کی دعوت دی ہے اور اسی نے دعوت کا آغاز کیا ہے، بلکہ دین سے تعلق ومحبت تو ترکوں کے رگ وریشے میں سمائی ہوئی ہے۔ اور اس تعلق میں اس وقت مزید اضافہ ہوگیا جب کمال اتاترک نے طاقت کے بل بوتے پر لادینیت کو ترکوں پر مسلط کرنے کی کوشش کی، خلافت کا خاتمہ کردیا، دینی تعلیم کے مدارس بند کردیے، حتی کہ لاطینی رسم الخط ۱۹۲۸ء میں لازمی کردیا گیا، اس تشدد کی پالیسی اور ڈکٹیٹرشپ کو ختم کرنے کے لئے ہی دینی سرگرمیوں کا آغاز

عصمت انونو کے عہد میں ۱۹۴۵ء میں ہوگیا تھا، اس وقت سے مغربی ملکوں نے یہ کہنا شروع کردیا تھا کہ ترکی میں اسلامی بیداری کا آغاز ہوگیا ہے۔

رفاہ نے اپنے مختصر دور حکومت میں زکوۃ کے ذریعہ بڑے پیمانے پر پورے ملک میں دینی مدارس، طبی مراکز، ضرورتمندوں اور محتاجوں کے لئے سستے قسم کے مکانات کی تعمیر اور بڑے شہروں میں انھیں رہائشی سہولیات مہیا کرنے کی طرف توجہ دی۔ رفاہ کی کارکن خواتین نے کمزور طبقات کی امداد واعانت اور ان کے بچوں اور عورتوں کی بنیادی ضرورتوں میں مدد دینے میں سبقت کی، ہسپتالوں میں مریضوں کی تیمارداری، انھیں دوائیں اور پھل مفت مہیا کرنے اور زیر تعلیم لڑکیوں کی کوچنگ، ان کی تعلیمی فیس اور ان کے لئے اسلامی ہوسٹلوں کے قیام میں دلچسپی لی جس کی وجہ سے رفاہ کو دیہاتوں میں بڑی مقبولیت حاصل ہوگئی، رفاہ نے دستکاری کے مراکز قائم کرکے ترک خواتین کی معاشی مدد کی اور اصلاحی کمیٹیوں کو قائم کرکے گھریلو اور خاندانی تنازعات و اختلافات کو ختم کرنے کا بڑا کارنامہ انجام دیا، یہ زبردست خلا تھا جس کو کسی سیاسی جماعت نے پر نہیں کیا تھا، دوسری طرف بلدیاتی انتخابات اور کارپوریشنوں کے الیکشن میں رفاہ نے کامیابی حاصل کرکے شہری علاقوں کو بھی اپنی دعوتی اور سماجی سرگرمیوں کا مرکز بنایا، یہاں اس نے تعلیمی، سماجی اور شہری مسائل پر توجہ دی، برسوں سے جو مسائل معرض التواء میں پڑے ہوئے تھے انھیں سال بھر کے اندر حل کردیا گیا، ٹیکس میں چھوٹ کے ساتھ تنخواہوں میں اضافے، قیمتوں میں کمی اور بنیادی ضرورتوں کی فراہمی کی طرف رفاہ نے خصوصی توجہ کی، ان وجوہات کی بنا پر رفاہ کا گراف اونچا ہوگیا۔

اربکانی حکومت کی تشکیل ہوتے ہی مغرب میں طوفان آگیا اور اس کے حلقوں میں کمالیت کے زوال پر صف ماتم بچھ گئی، امریکہ نے دیکھو اور انتظار کرو کی پالیسی اختیار کی اور یورپ کی طرح اس نے سر پر آسمان نہیں اٹھالیا۔

اربکان نے حکومت کی تشکیل کے بعد ہی یہ اعلان کردیا کہ ہمارے پیش نظر مندرجہ ذیل مقاصد ہیں۔

● اقوام متحدہ کے طرز پر متحدہ عالم اسلام کی تنظیم کا قیام، یکساں کسٹم قوانین، ناٹو کے طرز پر متحدہ نظام کی تشکیل، اسلامی دنیا کے ساتھ تعلقات کی استواری، شام و عراق اور ایران کے ساتھ خصوصی تعلقات، ترکی اور اسرائیل کے درمیان فوجی معاہدوں پر نظر ثانی، عراق کے خلاف امریکی اقدامات پر نظر ثانی، شمالی عراق میں امریکی، برطانوی اور فرانسیسی فوجوں کی موجودگی کے معاہدہ کی عدم تجدید کہ اس سے صلیبی طاقتیں عراق، ترکی، ایران اور شام کو تقسیم کرنے کی جو سازش کررہی ہیں ان میں وہ کامیاب نہ ہوں۔

ترک فوج نے اربکان سے کہا کہ آپ جو چاہیں کریں ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ترکی کے تعلقات مغرب سے مستحکم رہیں، خصوصاً اسرائیل سے کئے گئے معاہدے باقی رہیں، مغربی جمہوریت رہے اور کمال کے تصور کے مطابق سیکولرازم ملک میں رہے۔

امریکہ کو مطمئن کرنے کے لئے اربکان ۱۹۹۶ء میں امریکہ کے قومی دن کے موقع پر امریکی سفارت خانہ دوبار گئے وہ اتاترک کی قبر پر بھی گئے، ان کے ساتھ ان کی اہلیہ حجاب میں تھیں، انھوں نے قبر کے پاس کھڑے ہوکر کہا کہ ”ہم آگئے ہیں“۔

تانسو چلر اور اربکان میں معاہدہ تھا کہ سال بھر بعد جائزہ لیا جائے گا، اگر نتیجہ منفی نکلے گا تو اربکان مستعفی ہوجائیں گے، تاکہ نئے انتخابات کرائے جائیں۔

اربکان نے ۲۹ر جون ۱۹۹۶ء میں حکومت بنائی تھی، ابھی ایک سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ فوجی دباؤ کی وجہ سے انھیں استعفی دینا پڑا، اس مدت میں انھوں نے ایران سے گیس کی سپلائی کا معاہدہ کیا، یہی معاہدہ امریکہ کو ناپسند ہوا اور اس نے فوج کو ہری جھنڈی دکھادی، جب کہ اس مختصر مدت میں اسرائیل کے ساتھ جو فوجی معاہدہ کئے گئے تھے مندرجہ ذیل ہیں۔

● ایف ۱۶ اور ایف ۵ ہوائی جہازوں کی تجدید، بغیر ہوا باز کے جاسوسی طیاروں کے بنانے کا منصوبہ۔

● امریکہ، ترکی اور اسرائیل کے تعاون سے پیٹریاٹ میزائل کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کا منصوبہ۔

● ٹینک ایم ۶۰ کو ترقی دینا اور چھ سو جدید امریکن ٹینک حاصل کرنا، ترک رائفل کے بجائے اسرائیلی رائفل کا حصول، ایف ۶ ہوائی جہازوں کے بنانے کا مشترکہ منصوبہ، سرحدی نگرانی کے لئے برقی آلات کی تیاری، جدید طرز کے راڈار کی تیاری تاکہ سرحد کی نگرانی کے لئے کام میں لائے جاسکیں، خفیہ معلومات کا تبادلہ۔

اگرچہ اربکان کے دور میں داخلی اور خارجہ پالیسی میں تبدیلی نہیں ہوئی لیکن اسرائیل نے اس کا خوب پروپیگنڈہ کیا تاکہ رفاہ کے خلاف عوام اور ملک کے باہر دشمنی کے جذبات پیدا کئے جائیں، ترک صحافت نے جس پر یہودی عناصر کا غلبہ ہے یہ الزام لگایا کہ ترک معاشرہ میں اربکانیت سرایت کرچکی ہے، خصوصاً اقتصادی اور تعلیمی میدانوں میں اور فوج میں بھی ان کے اثرات پھیل چکے ہیں، ترک فوج نے اربکانیت کا جو جائزہ قوم کے سامنے پیش کیا اور حکومت کو گرانے کے لئے رفاہ کے خلاف جو الزامات لگائے وہ یہ تھے۔

● ترکی میں تین ہزار تاجر اسلام پسند ہیں جن کے قبضہ میں دس ہزار کمپنیاں ہیں ان کا سرمایہ بیس ارب ڈالر ہے آٹھ ارب سالانہ آمدنی ہے ان کمپنیوں میں کام کرنے والے دس لاکھ ملازمین رفاہ کے لئے ووٹ بینک کی حیثیت رکھتے ہیں، اس کے علاوہ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۹۵ء تک کی مدت میں جو ائمہ اور خطیب تیار ہوئے تھے ان کی تعداد پندرہ لاکھ تک پہونچ گئی ہے، یہ سب رفاہ کے ووٹر ہیں۔

● خود فوج کے ذرائع یہ بتاتے ہیں کہ اگر اربکانی حکومت بنائی گئی تو ۳۸ر فوجی ان کی تائید کریں گے۔

● تحفیظ القرآن میں جو بچے پڑھ رہے ہیں ان کی تعداد سترہ لاکھ ہے، یہ لوگ ۲۰۰۵ء میں ووٹ دینے کے قابل ہوجائیں گے، نیز ستر لاکھ ایسے لوگ ہیں جو اپنی جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں، وہ ہر حال میں رفاہ ہی کو ووٹ دیں گے۔

ان عناصر کے علاوہ نورسی جماعت کی نگرانی و سرپرستی میں جو ادارے کام کررہے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

● ۱۰۳ پرائیوٹ مدارس ہیں جو ملک کے بہترین مثالی مدارس میں شمار ہوتے ہیں۔

● ۴۷۰ کوچنگ سنٹر ہیں جس میں چالیس ہزار طلبہ کو تعلیمی اداروں، فوج اور حکومتی مناصب کے لئے تیار کیا جاتا ہے، ۵۵۰ اسلامی ہوسٹلز ہیں جس میں ستر ہزار طلبہ رہتے ہیں، ان کو مفت اور برائے نام فیس لے کر رہائش اور کھانے کی سہولت مہیا کی جاتی ہے، ان کی دینی تربیت اور ذہن سازی کی جاتی ہے، ان طلبہ کے چوبیس گھنٹے دینی ماحول میں بسر ہوتے ہیں۔

● ترک فوج کے ذرائع کا کہنا ہے کہ صرف پندرہ سال کی مدت میں مساجد کی تعداد ستاون ہزار سے بڑھ کر ستر ہزار ہوگئی ہے، گویا ۸۲۵ شہریوں پر ایک مسجد کا اوسط ہے، نمازیوں کی تعداد میں پندرہ سالوں میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔

● ترکی میں جو اخبارات و رسائل اسلامی رجحان کی ترجمانی یا دینی جماعتوں کی تائید و حمایت اور ان کے پروگرام شائع کرتے ہیں ان کی تعداد پانچ سو سے زائد ہے۔

● ۳۵۰ ریڈیو اسٹیشن اور چار ٹیلیویژن اسٹیشن ہیں جو صرف دینی جماعتوں کی ملکیت ہیں انھیں خالص دعوتی مقصد سے قائم کیا گیا تھا، دو سال کے بعد ان کے پروگرام ملک و بیرون ملک اتنے مقبول ہوئے کہ تجارتی حیثیت سے بھی انھوں نے سرکاری ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشنوں کو پیچھے چھوڑ دیا، جرمنی کے علاوہ روسی و چینی ترکستان کے علاقوں میں مقیم مسلمان اکثریت ان پروگراموں کو پسند کرتی ہے، یہ پروگرام بچوں، نوجوانوں اور خواتین کے لئے ہوتے ہیں، ان میں اسلامی تاریخ، مسلمان فاتحین، مجددین و مصلحین اور داعیوں کی زندگی اور اسلامی تہذیب اور اسلامی تہذیب و ثقافت، عقائد و عبادات سے متعلق پروگرام ہوتے ہیں، ان دور دراز علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے یہ پروگرام ایک طرح سے دینی معلم اور مرشد کا کام دیتے ہیں۔

جو کمپنیاں اور تجارتی گروپ نورسی، نقشبندی، حلیمیہ سلیمانیہ اور تیجانی جماعتوں کی ملکیت ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اخلاص گروپ: یہ ترکی کا سب سے بڑا تجارتی گروپ ہے جس میں پانچ سو پانچ کمپنیاں کنسٹرکشن، بینکنگ، سیاحت، ٹرانسپورٹ، پبلیشنگ اور میڈیا کے میدان میں کام کررہی ہیں، ایک لاکھ میں ہزار کارکن ہیں۔

۲۔ کومباسان گروپ: کاغذ اور چمڑا سازی، تعمیراتی ساز و سامان، کنسٹرکشن، ٹرانسپورٹ، بیرونی تجارت کے علاوہ اس گروپ کے پاس تیس کارخانے ہیں جن میں سات ہزار ملازمین ہیں، ان کارخانوں کی مصنوعات معیاری ہونے کی بنا پر یورپی منڈیوں میں مقبول ہیں

۳۔ یمباش گروپ: جرمنی میں مقیم ترکوں کے سرمایہ سے پورے ترکی میں پچاس ڈپارٹمنٹل اسٹورس قائم کئے گئے ہیں، جرمنی اور ازبکستان میں بھی یہ ڈیپارٹمنٹل اسٹورس ہیں۔

۴۔ اولکر گروپ: غذائی اشیاء تیار کرنے والی مشہور فرم جس نے صرف ایک سال (۱۹۹۶ء) میں چھ سو پچاس ملین ڈالر کا غذائی سامان غیر ملکوں کو فروخت کیا، اس کمپنی کی سالانہ آمدنی دو سو ملین ڈالر ہوتی ہے۔

ترک فوج نے یہ معلومات مہیا کرنے کے بعد واضح الفاظ میں کہا کہ ترکی کو اصل خطرہ مسلم فنڈا منٹلسٹوں سے ہے وہ ان کمپنیوں سے زکوۃ کی رقم حاصل کرکے دینی مدارس قائم کرتے ہیں اور یتیموں اور بیواؤں پر صرف کرتے ہیں۔ جاری-----

++++

خصوصی شمارہ:

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نمبر

تازہ شمارہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نمبر ہے، درج ذیل مندرجات سے اس خصوصی شمارہ کی ایک جھلک سامنے آتی ہے، مندرجات کے کلیدی عنوانات ہیں:

+ سیرت و شخصیت + صاحب طرز ادیب
+ ادب الطفال + شعر و سخن
+ تصانیف پر ایک نظر + منظوم خراج عقیدت
+ متفرقات + ادب اسلامی کی خبریں

تقریباً ۵۴۲ صفحات پر مشتمل اس ضخیم و وقیع خصوصی شمارہ کے مؤقر مضمون نگاروں میں درج ذیل صاحب قلم بھی شامل ہیں۔

● مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ● مولانا عبداللہ عباس ندوی ● مولانا محمد واضح رشید ندوی
● ڈاکٹر سعید الرحمن الاعظمی ● پروفیسر رضوان علی ندوی ● ڈاکٹر منجد مصطفی بہجت ● مولانا ضیاء الدین اصلاحی ● پروفیسر وصی احمد صدیقی
● پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی ● پروفیسر ابو الکلام قاسمی ● پروفیسر نفیس حسن ● پروفیسر انیس چشتی
● مولانا سراج الدین ندوی

منظومات میں دیگر شعرائے کرام کے ساتھ محترمہ خیر النساء بہتر صاحبہ شفیق جونپوری اور واصف الرحمن واصف کا کلام بھی شامل ہے، ادب اسلامی کی خبروں میں قاہرہ اور بھٹکل میں رابطہ کی ادبی نشستوں اور سرگرمیوں کی رپورٹیں شامل ہیں۔

اس خصوصی شمارہ کی قیمت/۶۰ روپے ہے۔

سہ ماہی کاروان ادب کا سالانہ زر تعاون /۱۵۰ روپے ہے۔

خصوصی شمارہ درج ذیل پتہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

دفتر رابطہ ادب اسلامی پوسٹ بکس ۹۳، ندوۃ العلماء لکھنؤ۔۷ ☆☆☆

رفتارِ کار

طلباء کا مستقبل مقصد کی تعیین اور خود شناسی پر منحصر ہے

شعبۂ ثقافت کے افتتاحی جلسہ میں حضرت مہتمم صاحب کا خطاب

۱۳ر محرم الحرام کو بعد نماز عشاء جمعیۃ الاصلاح کے جمالیہ ہال میں طلبائے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی بڑی تعداد کی موجودگی میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ طلبائے دارالعلوم کو چاہئے کہ وہ اپنے زمانہ طالب علمی کی قدر کریں، ندوہ میں اپنے داخلہ کو فضل خداوندی پر محمول کریں تاکہ ان کے اندر اپنے زمانہ طالب علمی کی قدر کا جذبہ پیدا ہو سکے۔ موصوف نے فرمایا کہ ان کے مستقبل کا دارومدار اسی پر ہے کہ وہ اپنی طالب علمی کے اس زمانہ کو کس طرح گذارتے ہیں۔ اگر ان میں خود شناسی کا جذبہ پیدا ہوگیا تو انشاء اللہ ان کا مستقبل روشن ہوگا —— ان کے مستقبل کی تابناکی اس بات پر منحصر ہے کہ ان کا ''زمانہ حال'' اچھا گذر رہا ہو، وقت کی قدردانی ان میں ہو، دارالعلوم میں موجود تعلیم وتربیت کے وسائل وامکانات سے بھرپور استفادہ کا ان کے اندر جذبہ وحوصلہ ہو اور ان کی فکر تعمیری اور مثبت ہو۔

طلبائے دارالعلوم کو حضرت مہتمم صاحب نے یاد دلایا کہ وہ انبیاء کے وارث ہیں، ان پر انسانی معاشرہ کی اصلاح اور اس کی فلاح وبہبود کی عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اللہ کے بندوں تک اللہ کے پیغام کو پہنچانے کا فریضہ ان پر عائد ہوتا ہے، طالب علمی کا ان کا یہ دور گویا اس عظیم منصب کے لئے تیاری کا دور ہے اس لئے طلباء کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو پہچانیں ——

حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا کہ آج ہمارے طلباء کا مرض بے نیتی ہے، ان کو چاہئے کہ وہ اپنا مقصد متعین کریں، مقصد کے متعین کرنے کے بعد ان کے تعلیمی سفر میں جو خیر وبرکت ہوگی اس کو وہ خود بھی محسوس کئے بغیر نہیں رہیں گے، اگر مقاصد جلیل ہوں تو وہ انسان کے مستقبل کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کئے بغیر نہیں رہتے۔

حضرت مہتمم صاحب نے مزید فرمایا کہ آپ کی رفتار وگفتار سے اور آپ کی وضع قطع سے سنجیدگی اور متانت ٹپکتی ہو اور ہزاروں کے مجمع میں آپ کو پہچانا جاسکتا ہو کہ آپ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فرزند ہیں اور آپ اس سانچہ میں ڈھلے ہیں جس سانچہ میں انسان ڈھلتے ہیں۔

حضرت مہتمم صاحب نے طلبائے دارالعلوم کو متوجہ فرمایا کہ دارالعلوم سے آپ کی نسبت بڑی ذمہ داری کی بات ہے اور آپ کو اس عظیم نسبت کی لاج رکھنی ہے، آپ کے طرز فکر اور طرز عمل سے دارالعلوم کی نسبت کی خوشبوئیں پھوٹیں اور مستقبل میں آپ کی عالمانہ شان کو عام طور سے محسوس کیا جاسکے۔

حضرت مہتمم صاحب نے مزید فرمایا کہ آپ جس ورثہ کے امین وپاسبان ہیں، اس سے آپ کو کما حقہ واقفیت ہو —— آپ شہزادے ہیں اور شہزادے کے لئے یہ نہایت عیب کی بات ہوگی کہ وہ کسی فقیر کی جھولی کی طرف حسرت کی نگاہ ڈالے —— احساس کمتری اور آپ کا کوئی جوڑ نہیں، آپ کی نگاہ بھی بلند ہو اور آپ کا کردار بھی بلند ہو اگر آپ نے ان بنیادی اصولوں کو اپنی طالب علمی کے زمانہ میں پیش نظر رکھا تو انشاء اللہ آپ اپنی مادر علمی کی فضاؤں سے کما حقہ فائدہ اٹھاسکیں گے اور ملک وملت کے کام آئیں گے۔

حضرت مہتمم صاحب کی مختصر مگر درد وسوز میں ڈوبی ہوئی تقریر سے طلبائے دارالعلوم نہایت متاثر دکھائی دے رہے تھے اور محسوس ہو رہا تھا کہ دل سے نکلی ہوئی بات دل پر اثر انداز ہو رہی ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

راقم سطور کے علاوہ فیروز ملک اور حضرت مربی الاصلاح مدظلہ نے بھی طلباء سے باتیں کی۔

اسی ہفتہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے سلیمانیہ ہاسٹل کے جداریوں کی نیز النادی العربی کے ماتحت نکلنے والے جداریوں کی بھی نقاب کشائی فرمائی —— ان دونوں تقریبات میں حضرت مہتمم صاحب نے صحافت وذرائع ابلاغ کو صحیح وتعمیری رخ دینے کے کام کو وقت کی بہت بڑی ضرورت اور خدمت قرار دیا اور جداریوں کی کوششوں کی تحسین فرمائی۔

(سید محمد عطاء اللہ بنگلوری)

❁❁❁

● جناب مصباح الدین صاحب کی اطلاع کے مطابق حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی کے نائب ناظم جناب مولانا بشارت علی صاحب کا گذشتہ دنوں انتقال ہوگیا — قارئین کرام سے مولانا بشارت علی صاحب مرحوم کے لئے مغفرت اور بلندئ درجات کی دعاؤں کی درخواست ہے، اللہ تعالیٰ مولانائے مرحوم کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کی حسنات کو شرف قبولیت بخشے۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم ان دنوں علی گڑھ میں تشریف رکھتے ہیں، انشاء اللہ حضرت والا کی ہفتہ عشرہ میں ہر دوئی تشریف آوری ہوگی۔

بیرونی ممالک میں ہمارے نمائندے

جناب طارق عسکری
P.O. Box No. 3040
Madina Munawwara, (K.S.A.)

ڈاکٹر محمد اکرم ندوی
Oxford Center for Islamic Studies,
George Street, Oxford Ox12AR

جناب یحییٰ ندوی
P.O.Box No.388,Vereninging (S.Africa)

قاری عبدالحمید ندوی
P.O. Box No. 12525, Dubai (U.A.E.)

جناب محمد خالد ندوی
P.O. Box No. 51625 Dubai (U.A.E.)

ڈاکٹر آفتاب عالم ندوی
P.O. Box No.1513, Doha, Qatar

ڈاکٹر ایم اے صدیقی
98- Conklin Ave. Woodmere,
New York 11598 (U.S.A)

شرائط ایجنسی

۱- پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲- فی کاپی پندرہ روپے کے حساب سے زرضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳- کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱- فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ چالیس روپے۔
۲- فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ پچاس روئے۔
۳- کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا۔
۴- اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
۵- انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر اسی روپے۔

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں، اگر جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضروری کریں۔
مضمون نگار کے خیالات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (منیجر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کا ایک اہم باب

حکمت وموعظت کے بے مثال دروس
تعلیم وتربیت کے انمول نبوی اصول
دعوت وارشاد کے مؤثر نقوش
زبان آسان وسلیس
صفحات: ۱۹۶
مجلد قیمت -/Rs.60
ملنے کا پتہ: ندوی بک ڈپو دارالعلوم ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ

-/50 روپے پیشگی ارسال فرماکر رجسٹرڈ ڈاک سے کتاب حاصل کریں۔

مفسر قرآن مولانا عبد الماجد دریابادیؒ
کے قلم سے
بشریت انبیاء
''قرآن کی روشنی میں''

مولانا دریابادیؒ اس کتاب کے بارے میں خود لکھتے ہیں: ''فضائل انبیاء سے اردو لٹریچر بھرا ہوا ہے لیکن اس کے مقابل کی چیز یعنی بشریت انبیاء کی طرف شاید کسی کا بھی ذہن ہی منتقل نہیں ہوا، لازمی طور پر لوگوں کے دماغ غلو فی العقیدت سے لبریز ہیں، بڑی ضرورت اس میں اعتدال پیدا کرنے کی تھی تاکہ عقیدۂ توحید کمزور ومجروح نہ ہونے پائے۔

مولانا دریابادیؒ کی یہ کتاب اپنے موضوع پر منفرد ہے اور وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

خوبصورت کتابت وطباعت قیمت -/40 محصول ڈاک علاوہ

☆ مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی — از: مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ — قیمت -/40
☆ زبان کی نیکیاں — از: مولانا محمد ثانی حسنیؒ — قیمت /15

ناشر
مکتبہ اسلام ۲/۵۴ ۷ محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

احکام ومسائل

سوال وجواب

از ـــــــــــــــــــ مولانا مفتی محمد طارق ندوی

سوال: زینت یا کسی دوسری غرض کے لئے پرندوں کو پنجروں میں بند رکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: پرندوں کو بند رکھنے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ پرندے سے اچھا سلوک کیا جائے اور اس کے کھانے پینے میں کمی نہ ہونے دی جائے، حدیث میں ہے، "یا ابا عمیر ما فعل النغیر" (اے ابوعمیر نغیر نے کیا کیا) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم از راہ تمسخر ابوعمیر سے، جنھوں نے نغیر نامی پرندہ کو پال رکھا تھا، اس کے مرجانے کے بعد فرمایا کرتے تھے۔

سوال: دوسرے کے خون سے علاج کرانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب دوسرے کا خون لینے کی مجبوری پیش آجائے تو ایک بھائی کا اپنا خون دے کر دوسرے کی مدد کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ یہ کام طبیب کی زیر نگرانی ہو اور وہ یہ یقین دلائے کہ خون دینے والے کو نقصان نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ۔

سوال: کیا نابالغ بچے کے اعمال مثلاً نماز، حج وتلاوت یہ سب والدین کے لئے ہیں یا اسی کو اس کا ثواب دیا جائے گا؟

جواب: نابالغ بچے کے نیک اعمال کا اجر بچے ہی کو ملے گا اس کے والدین یا کسی دوسرے کو نہیں ملے گا، لیکن ان کے والدین کو بچے کی اس تعلیم پر بچے کا رخ بھلائی کی طرف موڑنے اور اس کی اعانت پر اجر ضرور ملے گا جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک عورت نے اپنے بچے کو اوپر اٹھائے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے رسولؐ کیا اس بچے کا حج ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اور تیرے لئے اجر ہے، "من دل علی خیر فله مثل أجر فاعله۔"

سوال: سگریٹ پینے کا کیا حکم ہے اور آیا وہ حرام ہے یا مکروہ، نیز اس کی بیع اور تجارت کا کیا حکم ہے؟

جواب: سگریٹ نوشی مکروہ ہے کیونکہ یہ گندی چیز ہے اور بہت سے نقصانات پر مشتمل ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تو اپنے بندوں کے لئے کھانے کی چیزوں میں سے پاکیزہ چیزیں ہی ان پر مباح کی ہیں۔

سوال: ریڈیو وغیرہ سننے کا کیا حکم ہے جبکہ اس میں جو کچھ سنایا جاتا ہے، اس میں کوئی حرام بات نہ ہو؟

جواب: ریڈیو میں قرآن سے مفید باتوں سے یا اہم خبروں سے متعلق جو کچھ نشر کیا جاتا ہے، اسے سننے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح قرآن کریم کے متواتر پروگرام یا مفید باتوں اور نصیحتوں اور ایسے ہی مفید دوسرے پروگرام سننے میں بھی کوئی حرج نہیں، اور خبروں کا سننا بھی مباح ہے۔

سوال: میرا چچازاد بھائی بینک میں ملازم ہے، اس کے لئے یہ ملازمت جائز ہے یا نہیں؟ ہمیں فتویٰ دیجئے اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر جزا دے، میں نے اپنے بھائیوں سے سنا ہے کہ بینک کی ملازمت جائز نہیں۔

جواب: بینک کی ملازمت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ کام گناہ اور سرکشی کے کاموں میں تعاون ہوتا ہے، جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔

سوال: جب میں نماز کے لئے وضو کرتا ہوں تو مجھے وضو کے دوران ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے ذکر سے کوئی چیز نکلتی ہے، کیا اس صورت میں میں ناپاک ہوجاتا ہوں یا نہیں؟ اور جب میں نماز کی حالت میں یہی بات محسوس کروں تو میری نماز باطل ہوجائے گی یا نہیں؟

جواب: نمازی کا یہ شبہ کہ اس کے آگے یا پیچھے سے کوئی چیز نکلی ہے اس کے وضو کو باطل نہیں کرتا، اس کی طرف توجہ نہ کرے، کیونکہ یہ شیطانی وسوسہ ہوتا ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: جب تک آواز نہ سن لے یا بو نہ پائے اپنی نماز وغیرہ سے نہ پھرے، اس حدیث کی صحت پر شیخین کا اتفاق ہے۔ ❁

بھٹکل واطراف بھٹکل کے خریداروں سے

بھٹکل ضلع کاروار کرناٹک واطراف بھٹکل، مرڈیشور، منکی، ہوناور، شیرور، اور شرالی وغیرہ کے "تعمیر حیات" کے خریداروں سے گذارش ہے کہ وہ اپنا زرِ تعاون مندرجہ ذیل پتہ پر جمع کریں۔ اسی طرح نئے خریدار بھی اسی پتہ پر اپنی رقم جمع کریں اور رسید حاصل کریں۔

مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی
پوسٹ بکس نمبر ۳۰
بھٹکل ۵۸۱۳۲۰۔ کرناٹک
فون: 52638

دستک

مسائل کے تجزیہ میں انسانی زاویۂ نگاہ کو اپنانے کی ضرورت

یورپ اور دنیا کے بیشتر علاقوں میں جنگ کے خلاف زبردست مظاہروں اور اعلیٰ سطح کی امن پسندانہ کوششوں کو محض نظر انداز نہیں بلکہ یکسر مسترد کرتے ہوئے بالآخر جنگ کو مسلط کر ہی دیا گیا ـــ اور اس ہٹ دھرمی اور جارحیت پر دنیا حیران بلکہ ہراساں و پریشان ہے کہ نام نہاد دنیا میں ہماری آنکھیں آج بھی اسی جارحانہ اصول کی بالادستی اور کارفرمائی دیکھنے کے لئے مجبور و بے بس ہیں، جسے "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" اور "MIGHT IS RIGHT" کہا جاتا ہے!!!

جنگ کی تباہیوں اور ہولناکیوں کے تصور سے ہی روح کانپتی ہے ـــ دنیا کے کونے کونے میں جنگ کے خلاف ہونے والے مظاہرے جارحیت اور ہٹ دھرمی کے مزاج پر اثر انداز نہیں ہوسکے، لیکن وہ یہ تأثر ضرور قائم کر گئے کہ انسانی ضمیر ابھی مردہ نہیں ہوا، ایک دنیا جنگ کے مسئلہ کو دو ملکوں کا نہیں بلکہ عالم انسانیت کا مسئلہ سمجھتی ہے اور اس مسئلہ کو مذہبی یا تہذیبی زاویۂ نگاہ سے نہیں بلکہ انسانی زاویہ نگاہ سے دیکھتی ہے بس یہ طرز عمل اور طرز فکر مایوسیوں کی ظلمتوں میں امید کی کرن ہے کہ انسانیت زندہ تو ہے! انسانی ضمیر زندہ تو ہے ـــ ایک رقص تو ہے، ایک وجد تو ہے نغمہ نہ سہی فریاد سہی!

مسلط کردہ جنگ سے قطع نظر عموماً سیاسی وسماجی مسائل پر بھی غور وفکر اور ان کا تجزیہ کرتے وقت انسانی واخلاقی بنیادوں کو ملحوظ خاطر رکھنے کے مزاج کو تقویت ملنی چاہئے اور مسائل پر انسانی زاویۂ نگاہ سے سوچنے کی ذہنیت اور فکر کو فروغ دیا جانا چاہئے تاکہ ایسی مذموم کوششیں ناکام اور ایسی باطل قوتیں نامراد ہوں جو دنیا کو مذہب وتہذیب کے خانوں میں تقسیم کرکے اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل چاہتی ہیں۔ ملکی وعالمی سطح پر آئے دن اس قسم کے واقعات پیش آرہے ہیں جو ہمارے شعور عدل کو آزمائش میں ڈال دیتے ہیں، ایسے موقعوں پر مذہب وتہذیب کو نہیں بلکہ ظالم اور مظلوم کو دیکھنا چاہئے تاکہ ظالم کی مخالفت اور مظلوم کی حمایت میں دنیائے انسانیت ایک ہوسکے۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب انسان نفاق اور مفاد کی آلائشوں سے پاک ہونے کا فیصلہ کرے۔

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں حلف الفضول کے واقعہ میں اس کی رہنمائی موجود ہے، نبوت سے پہلے ظلم کے خلاف معاہدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی تھی اور پھر برسوں بعد ایک موقع پر فرمایا تھا کہ اسلام کے بعد بھی اگر مجھے از سرِ نو اس کی دعوت دی جائے تو میں بخوشی اس دعوت کو قبول کروں گا۔ سیرت پاک کا یہ باب بتاتا ہے کہ وہ دل، دل نہیں جو غمِ انسانیت سے معمور نہ ہو اور وہ زندگی، زندگی کہلائے جانے کی مستحق نہیں جس کی غایت مظلوموں کی حمایت نہ ہو!!!

(امین الدین شجاع)

شعر وسخن

نایاب ہیں ہم

شاد عظیم آبادی

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت وغم اے ہم نفسو! وہ خواب ہیں ہم
لاکھوں ہی مسافر چلتے ہیں منزل پہ پہنچتے ہیں دو یک
اے اہلِ زمانہ قدر کرو، نایاب نہ ہوں کمیاب ہیں ہم
اے درد پتا کچھ تو ہی بتا اب تک یہ معمہ حل نہ ہوا
ہم میں ہے دلِ بے تاب نہاں یا آپ دلِ بے تاب ہیں ہم
میں حسرت وحیرت کا مارا خاموش کھڑا ہوں ساحل پر
دریائے محبت کہتا ہے آ کچھ بھی نہیں پایاب ہیں ہم
اے ضعف تڑپنے دے جی بھر تو نے میری مشکیں کس دی ہیں
ہو بند اور آتش پر ہو چڑھا سیماب بھی وہ سیماب ہیں ہم
ہو جائے بکھیڑا پاک کہیں پاس اپنے بلالیں بہتر ہے
اب درد جدائی سے ان کے اے آہ بہت بے تاب ہیں ہم
مرغانِ قفس کو پھولوں سے اے شاد یہ کہلا بھیجا ہے
آجاؤ جو تم کو آنا ہے ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم

شاہد آل راجستھان اسٹون سپلائر

کوٹہ اسٹون ماربل گرین وہائٹ
براؤن سینڈ اسٹون

ہر طرح کے پتھر دستیاب ہیں،

نوٹ: مسجد مدرسوں کے لئے خصوصی رعایت ہمارا پتہ: محمد شاہد ندوی راجستھانی
شکیت ضلع کوٹہ راجستھان
Ph:07454-234222 Res. Ph. 234388
لکھنؤ میں محمد شاہد ندوی - معرفت معید اشرف دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء

روداد سفر

فتنوں کا استیصال علمائے حق کا فریضہ ہے

حضرت ناظم ندوۃ العلماء کا علمی وتاریخی بستی کاندھلہ کا ایک سفر

مولانا محمود حسن حسنی ندوی

اپنے ایک خطاب میں حضرت ناظم ندوۃ العلماء نے ندوۃ العلماء اور دیوبند کی نسبت وتعلق کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ: دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء، مظاہر العلوم یہ سب آپس میں بھائی ہیں، گویا ایک باپ کے تین بیٹے ہیں اس میں بھی نسل چلتی ہے، جیسے نسل انسانی میں یہ عمل جاری ہوتا ہے، یہ ہوسکتا ہے کہ تین بھائی الگ الگ طریقہ سے کام کریں اپنی سوچ سے طریقہ الگ اختیار کریں، لیکن مقصد ایک ہے، منزل ایک ہے، اور یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے معاونین ہیں۔

حالات حاضرہ کے تعلق سے علماء کی ذمہ داری یاد دلاتے ہوئے کہا کہ مذہب اسلام کے خاتمہ اور اس میں تبدیلی کی بین الاقوامی سطح پر کوششیں کی جارہی ہیں، نت نئے فتنے کھڑے کئے جارہے ہیں اور اس میں یہودی دماغ اور عیسائی وسائل کام کررہے ہیں، جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے، انہوں نے کہا کہ قادیانیت کا فتنہ اور خود عیسائیت کا فتنہ جو پہلے پوری قوت سے سامنے آیا تھا، اب یہ فتنے بھیس بدل بدل کے سامنے آرہے ہیں، نئے نئے راستوں سے آرہے ہیں، علماء کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مقابلہ کریں اور غیر علماء کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ علماء کا تعاون کریں ـــــ مرکز الامام رحمۃ اللہ الکبیر انوی محمد پور کے اس پروگرام کی نظامت مولوی زاہد حسین صاحب ندوی نے کی۔

پروگرام ختم ہونے پر مولانا مدظلہ کیرانہ ہوتے ہوئے گڈھی دولت پہنچے، کیرانہ میں اس محلہ میں کچھ دیر قیام کیا جہاں قریب ہی میں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی اور انکے افراد خاندان کے مکانات تھے، معلوم ہوا کہ وہیں قریب میں مولانا وحید الزمان کیرانوی، مولانا وحید الزماں صاحب کیرانویؒ، مولانا عمید الزماں صاحب وغیرہ کے مکانات ہیں، حضرت مولانا محمد رابع صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ اسی کیرانہ کے باشندے ندوۃ العلماء کے مولانا محبوب الرحمٰن صاحب ازہری بھی ہیں، ان کے والد مولانا فضل الرحمٰن صاحب دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اولین طالب علموں میں سے ایک تھے، اور دارالعلوم کے لئے ان کی بڑی خدمات ہیں۔

گڈھی دولت میں مولانا محمد کامل صاحب کے اصرار وتقاضہ پر ان کے مدرسہ میں تشریف لے گئے، اور مختصر خطاب فرمایا، مولانا کامل صاحب اس پر مولانا مدظلہ کے بڑے شکر گذار ہوئے، معلوم ہوا کہ مولانا کامل صاحب علاقہ کی با اثر ورسوخ شخصیت ہیں۔

کاندھلہ میں

گڑھی دولت سے کاندھلہ پہنچنا ہوا، کاندھلہ دینی علمی اور دعوتی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج بستی نہیں ہے، وہاں ممتاز اور عالمی پیمانہ پر نفع رساں شخصیات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، عالمگیر دعوتی تبلیغی تحریک کا چشمہ یہیں سے پھوٹا اور اسکے لئے مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب ہوا، اس وقت سے اس کی سرپرستی پورے تسلسل کے ساتھ یہیں سے جاری ہے، اللہ تعالیٰ اس تسلسل کو قائم ودائم رکھے۔

کاندھلہ کی وہ شخصیات جن کا علمی مقام نہایت بلند ہے، ان میں سے ایک مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی بھی ہیں وہ اور ان کا گھرانہ پاکستان ہجرت کرگیا تھا، لیکن ان کا گھر آج بھی موجود ہے، اس کے دروازہ پر مولانا نورالحسن راشد صاحب، مولانا احترام الحسن صاحب، مولانا وسیم الحسن صاحب اور کیرانہ کے حاجی شفیق، منصور پور کے حکیم سید محمد یٰسین صاحب استقبال کے لئے منتظر ومشتاق کھڑے تھے، کچھ دیر اندر بیٹھنے کے بعد حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب سے ملاقات کے لئے مولانا مدظلہ اور ان کے ساتھ دیگر حضرات اٹھے، ان کی قیام گاہ کی طرف بڑھے، دیکھا کہ وہ خود ملنے کے لئے آرہے تھے، راستہ میں ہی دونوں بزرگوں کا معانقہ ہوا، اور باقی ہمراہیوں نے مصافحہ کیا، پھر سب حضرت مولانا دامت برکاتہم کی قیام گاہ پر جمع ہوئے اور وہیں نماز ظہر ادا کی گئی، اس کے بعد کھانا ہوا، لوگ خاصے اکٹھا ہوگئے تھے، قیلولہ کا انتظام دو تین جگہوں پر تھا، مولانا مدظلہ برادرم مولوی معاذ کاندھلوی کے گھر گئے، اور کچھ لوگ مولانا نورالحسن راشد صاحب کے مکان پر گئے۔

مولانا مدظلہ کی تشریف آوری کی مناسبت سے یہاں کے لوگوں نے ایک پروگرام بھی رکھ لیا کہ اس سے مہمان کی تکریم ہوگی اور کم وقت میں علاقہ کے لوگوں کو اچھا نفع بھی پہنچ جائے گا، پروگرام کا وقت ۳ بجے طے ہوا اور عیدگاہ ومدرسہ سلیمانیہ کے احاطہ میں صرف اسی دن کے مختصر وقت کے اعلان پر بہت بڑی تعداد میں سامعین اکٹھا ہوگئے، ایک آواز پر اتنی بڑی تعداد کے لبیک کہہ دینے پر ہم سب کو تعجب ہوا، لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کہ اعلان تھا بھی کس کے لئے اور کن بزرگوں اور محترم ہستیوں کی جانب سے، اس پروگرام کے اصل محرک اور روح رواں ممتاز عالم ومحقق مولانا نورالحسن راشد صاحب فرزند گرامی حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب تھے، حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب مدظلہم اپنی علالت ونقاہت کے باوجود جلسہ گاہ تشریف لائے، اطراف واکناف کے اور بھی خادمین علم ودین نے وقت نکالا، خانقاہ اشرفیہ امدادیہ تھانہ بھون کے ناظم مولانا نجم الحسن تھانوی بھی موجود تھے، ہم لوگوں سے بھی بولنے کو کہا گیا اور تعمیل حکم میں کچھ عرض کرنا پڑا، جلسہ کی نظامت فاضل دارالعلوم دیوبند مولوی ارتقاء الحسن رتی (نبیرہ مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی) کررہے تھے، مختصر اور چبے تلے جملے ادا کرتے تھے، لیکن انہوں نے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی مدظلہ کو دعوت سخن دینے سے پہلے مولانا راشد صاحب کاندھلوی دام مجدہ کو دعوت دی کہ وہ مولانا مدظلہ کا تعارف کرائیں جبکہ اس سے پہلے مولانا احترام الحسن صاحب اپنی تقریر میں مولانا کے تعارف میں اتنا کہہ چکے تھے وہ حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے جانشیں اور صورت وسیرت میں ان ہی کے مشابہ ہیں، مولانا راشد صاحب نے مولانا مدظلہ کا تعارف میں "محبوب، انتہائی محبوب اور محبوب امت مہمان" کے الفاظ کہے اور فارسی کا ایک شعر ان کی نذر کیا، ان کے اور اپنے خاندان کے دوصدی سے زائد پرانے روابط اور حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک میں یہاں کے افراد کی پرجوش شرکت، اپنے جد اعلیٰ حضرت مفتی الٰہی بخش کی تصنیف "ملہمات احمدیہ" کا ذکر اور اس خاندان کے بعض افراد کا مفتی صاحب سے نیازمندانہ تعلق کا بھی ذکر کیا، اس خطہ کو حضرت سید صاحب شہید قدس سرہ کی ذات والا بابرکات سے جو نفع پہنچا اس کا ذکر کرتے ہوئے ان کی آواز بھرا گئی، اور کہا کہ یہاں سے ہمیں دین خالص اور توحید وعقیدہ کی صلابت ملی، انہوں نے مولانا مدظلہ کا زبردست خیر مقدم کیا، اس کے بعد مولانا مدظلہ نے اپنی تقریر سے پہلے یہ چند جملے سامعین کے گوش گذار کئے کہ "ابھی محبت اور تعلق کی بنیاد پر جو باتیں مولانا راشد صاحب نے بیان کی ہیں اس کے متعلق کیا عرض کروں، سوائے شرمندگی کے میرے پاس کچھ نہیں ہے، میں تو یہاں صرف حاضری کے لئے آیا تھا، اور اپنے شوق سے حاضر ہوا، یہ میرے لئے عزت وشرف کی بات ہے کہ میں یہاں کی ہواؤں میں یہاں کے ماحول میں رہا اور کہا کہ اس وقت دنیا میں مختلف مقامات سے دینی شعائیں پھوٹ رہی ہیں اس میں اس نورانی بستی کا بھی حصہ ہے۔

چونکہ مولانا مدظلہ سے علاقہ کے حالات کے پیش نظر یہ عرض کردیا گیا تھا کہ قادیانیت کے فتنہ کی سنگینی اور خطرناکی کا ذکر ضرور فرمادیا جائے، چنانچہ مولانا مدظلہ نے اپنے خطاب میں خاص طور سے اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ "قادیانیت ایک بہت بڑا فتنہ ہے، اسلام ایسا مذہب ہے جس میں ذرہ برابر کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی، عیسائیت یہودیت محرف ہوگئی یوں ہوگئی کہ ان کے صحف وکتب سماوی محرّف ہوگئے، اور اسلام کی کتاب قرآن حکیم محرف نہ ہوسکی، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو محرف کرنے کی کوشش نہیں ہوئی، کوششیں بہت ہوئیں مگر کامیاب نہ ہوسکیں، اسلام کے دشمنوں کے ذہین ترین لوگوں نے آخر میں یہ سمجھ لیا کہ قرآن حکیم میں تبدیلی وتحریف ہوجائے دین محرف ہوجائے گا، اس لئے اب دشمن مختلف ذرائع ووسائل سے اس کے لئے اپنی کوششیں صرف کررہے ہیں، ایک کوشش الفاظ کی تبدیلی وتحریف کی ہے اور دوسری کوشش معانی کی تحریف وتبدیلی کی ہے، یہ قادیانیت اسی کا ایک حصہ ہے، انہوں نے کہا کہ باتوں میں زبردست تضاد ہے، اس میں ایسا جھوٹ وفریب ہے جسے ہر ایک سمجھ سکتا ہے، لیکن یہ تحریک ان سب باتوں کے ساتھ جاری ہے، وہ اس لئے ہے کہ اس کے پیچھے دشمن طاقتیں ہیں۔

انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو ایک بہت بڑا مجرم اور اپنے وقت کا دجال بتاتے ہوئے کہا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر حملہ کیا ہے، اسلام کی گردن پر حملہ کیا ہے، لیکن یہ اسلام کی خوبی ہے کہ اس پر کوئی حملہ اور اس کے خلاف کوئی سازش کارگر نہ ہوسکی، اسلام کی جو تعلیمات عہد نبوت میں تھیں بالکل اسی شکل میں آج بھی ہیں، اور دنیا کے ہر حصہ میں اسی طرح ہیں، دین اسلام نہ بدلا ہے، اور نہ کبھی بدل سکتا ہے، مسلمان بدل سکتا ہے، آدمی بدل سکتا ہے، لیکن اسلام جس صورت میں تھا، اسی صورت میں رہے گا، انھوں نے کہا کہ نبوت کے جھوٹے دعوے مختلف ادوار میں ہوچکے ہیں، لیکن کوئی دعویٰ چل نہیں سکا، فتنے اٹھتے رہے اور اٹھتے رہیں گے یہ اہل حق کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان فتنوں کو سمجھیں اور ان کو پامال کریں۔

اعلان ملکیت ودیگر تفصیلات فارم IV رول ۸

مقام اشاعت: مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء بادشاہ باغ لکھنؤ

مدت اشاعت: پندرہ روزہ

مدیر عام: شمس الحق ندوی

قومیت: ہندوستانی

پتہ: دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

پرنٹر: اطہر حسین

قومیت: ہندوستانی

پتہ: ۲۱ عدنان پلی متصل حرا پبلک اسکول رنگ روڈ دوبگا پوسٹ کاکوری لکھنؤ

مالک کا نام: مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

میں اطہر حسین تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا سطور میرے علم ویقین کے مطابق صحیح ہیں۔

Resi : 2268177
Mobile : 9415002535
Shop : 2213736
2500667

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ رسالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جیولرس

ہمارا نیا شوروم

گرجہ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ

پروپرائٹر : محمد اسلم

Haji Safiullah
Jewellers

Opp. Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow.-18

Shop: 260890
Resi: 269562

MOHD. IRFAN
PROPRIETOR

NEW KAREEM JEWELLERS

محمد کریم جویلرس

دوکان نمبر ابلد مارکیٹ ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ لکھنؤ

منوکا بنا تیز اثردار افضلس نورلی تیل

لیبل وکیپ پر AFZALS
اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں

بدن کے ہر قسم کے درد، زخم، چوٹ، ورم، سردی کے امراض نیز بچوں کی بہت سی بیماریوں مثلاً حلق، حنجرہ کھانسی، نزلہ وزکام وغیرہ میں مجرب ومفید ہے۔

INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan- Mau- 275101 (U.P.)

عنبری نورلس

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے

ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں دفتر کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building, S.V. Patel Road,
Null Bazar, Mumbai 400 003
Tele: Add CUPKETTLE Tel.: 3460220, 3468708
Tel. (R) 3095852

۱۲ نمبر اور ۷×۱۲ کی اسپیشل چائے استعمال کیجئے

مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے زیر اہتمام
شائع ہونے والے رسائل ومجلات ایک نظر میں

	رسائل	سن آغاز	چندہ	
			بیرون ملک	بیرون ملک

ان رسائل ومجلات کے ساتھ آپ کا خاندان کا فرد اور شہر کی قریب ترین لائبریری کو بھی مستفید ہونے کا موقع دیں۔

خط وکتابت کا پتہ: پوسٹ بکس ۹۳، ندوہ لکھنؤ

ہاری ہوئی جنگ لڑنے والے فاتحین کی ضرورت ہے

راقم السطور سے اس کے ایک صحافی دوست نے کہا کہ اسلام اور مغرب کے درمیان جنگ جاری ہے جس میں مغرب کی جیت ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ تکلف برطرف، میں ایک صحافی بزرگ اعجاز فاروقی کے حوالہ سے کہنا چاہوں گا کہ اس ہاری ہوئی جنگ کو آپ اسلام اور مغرب کی جنگ نہ کہئے البتہ اس کو مسلمانوں اور مغرب کے مابین جنگ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور مسلمان بھی وہ جن کے اسلام کے درمیان عملی لحاظ سے بُعد اور فاصلہ تھا..... جنگ کے میدان اور محاذ مختلف ہوتے ہیں۔ عسکری جنگ کے علاوہ جنگ کی نوعیتیں سیاسی بھی ہوسکتی ہیں، تہذیبی وثقافتی بھی اور ادبی وفکری بھی..... مجھے اعتراف ہے کہ مغرب کے خلاف ہمارے نام نہاد مسلمان دانشوروں اور سیاست دانوں نے شکست اُٹھائی ہے مثلاً کمال اتاترک جس نے ترکی کو "مغربیا" ہی کردم لیا، یا جمال عبدالناصر جس نے سید قطب شہید کو اس جرم میں پھانسی دے دی کہ اس کے نزدیک اخوان کے صدر قرآن حکیم کو حاکمیت کی بنیاد بنانے کے آرزومند تھے اور ناصریہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ "صرف قرآن کی مدد سے حکومت کیسے کی جاسکتی ہے؟"۔ اس فہرست میں ایک نام رضا شاہ پہلوی کا بھی ہے ایران میں "تمدن بزرگ" کے نام پر قدیم مجوسی اور آتش پرست تمدن کا احیاء اسی کے دور میں ہورہا تھا۔

فکری سطح پر معذرت خواہانہ انداز نے بھی مغرب کے حوصلے بڑھائے ہیں مثلاً اسلام کو محمڈن ازم کہنا بھی اسی فکر کی ایک مثال ہے اس مرعوب ذہنیت کی گل افشانیاں سامنے آتی رہی ہیں اور فکری سطح پر نام نہاد دانشوروں کے احساس کمتری کو واشگاف کرتی رہی ہیں، مثلاً صاحب "نگار" نے کہا تھا کہ نعوذ باللہ قرآن الہامی کتاب نہیں یا عرشی امرتسری اور تیونس کے "حبیب بورقیبہ" دور کی یہ کوڑیاں لے آئے تھے کہ روزے سے جسمانی کمزوری آجاتی ہے اور جسمانی کمزوری سے کارکردگی کی صلاحیت کم ہوجاتی ہے یا یہ کہ بقرعید میں قربانی نہ کی جائے بلکہ اس پر ہونے والے اخراجات ایک قومی فنڈ میں جمع کئے جائیں اور اس سے غرباء ویتامیٰ اور حاجت مندوں کی مدد کی جائے..... یا جمال عبدالناصر کے ایک قریبی نامی گرامی صحافی نے کہا تھا کہ جنت اور جہنم علامتی اور Symbolic چیزیں ہیں (نعوذ باللہ من ذٰلک)

یہ تو ان لوگوں کی باتیں ہوئیں جو یا تو مغرب سے مرعوب ہیں یا خوف زدہ ہیں یا جن کے مفادات اس سے وابستہ ہیں لیکن جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے..... مغرب کی چاکری کرنے والے خود مغرب کی زبانی سنیں کہ ۱۹۷۲ء کے انسائیکلوپیڈیا امریکانہ میں درج ہے "—— جو سب سے زیادہ غیر معمولی اقدام مسلمانوں نے اس بیسویں صدی میں کیا ہے وہ اسلام کے ساتھ ان کی غیر معمولی عقیدت ہے اور یہ انھوں نے ایسے وقت میں کیا جب کہ مذہب زوال پذیر ہے اور اس سے روگردانی عام ہے اسلام ایک بار پھر ایک زوردار قوت بن گیا ہے اور وہ مسلمانوں کو نشأۃ ثانیہ کے لئے اُبھار رہا ہے"۔

گویا مغرب کو احساس ہے کہ مذہب بیزاری کے اس دور میں بھی عام مسلمان اسلام کو سفینۂ نوح سمجھتا ہے، مگر ہائے افسوس ترکی کے کمال اتاترک اور مصر کے جمال عبدالناصر پر کہ جنھوں نے سفینۂ نوح میں بیٹھنے کے بجائے مغرب کے جہازوں میں سوار ہونا پسند کیا تھا اور ہائے رضا شاہ پہلوی اور موت سے پہلے اس کے اس اعتراف پر کہ اس پر آفتیں اور بلائیں اسی لئے نازل ہوئیں کہ وہ ایران کو جدید بنانے اور "مغربیانے" کی چاکری میں لگا ہوا تھا..... اسلام اور مغرب کی جنگ میں مغرب کے جانبدار ہونے کا انجام تو سب کے سامنے ہے فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ۔